إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

اُصولِ خطابت و نظامت

پسندِ فرمودہ

نابغۂ روزگار، یکتائے زمانہ فصیح اللسان والبیان

حضرت الاستاذ مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی مدظلہ

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

تالیف

مولانا محمد طلحہ قاسمی

خادم التدریس جامعہ عربیہ بیت العلوم مصطفیٰ آباد، دہلی

مکتبۃ النور دیوبند

إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

اُصُولِ خِطابَت و نِظامَت

پسندِ فرمودہ

نابغہ روزگار، یکتائے زمانہ فصیح اللسان والبیان

حضرت الاستاذ مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی مدظلہ

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

تالیف

مولانا محمد طلحہ قاسمی

خادم التدریس جامعہ عربیہ بیت العلوم مصطفیٰ آباد، دہلی

ناشر

مکتبۃ النور دیوبند

جملہ حقوق بحق مؤلف وناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب : اصولِ خطابت ونظامت

تالیف : مولانا محمد طلحہ قاسمی اراریاوی

خادم التدریس جامعہ عربیہ بیت العلوم، مصطفیٰ آباد، دہلی

7409929131, 8650621092

talhaqasmi36167@gmail.com

صفحات : ۸۰

تعداد : گیارہ سو

اشاعت : فروری ۲۰۱۹ء

ملنے کے پتے

دیوبند وسہارنپور کے معروف کتب خانوں پر دستیاب ہے۔

مکتبۃ الاریب، اراریہ

7409929131, 8650621092

درسی وغیر درسی کتابوں کے لیے رابطہ کریں:

مکتبۃ النور دیوبند

Ph. 01336-223399

Mob. 9045909066, 9027322726

m.noordbd@gmail.com

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر
انتساب	۷
تقریظ: حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی	۸
پسند فرمودہ: حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی صاحب مدظلہٗ	۱۰
تأثر بلیغ: حضرت مولانا مفتی محمد اطہر القاسمی	۱۱
پیش لفظ	۱۲
خطابت کی تعریف	۱۴
تعریف	۱۴
مقصد	۱۴
عربوں کی خطابت	۱۵
خطابت کی ضرورت واہمیت	۱۶
خطابت کی اقسام	۱۷
پہلی تقسیم	۱۷
خطابت مکتوبی	۱۷
خطابت حفظی	۱۷
خطابت اعدادی	۱۷
خطابت ارتجالی	۱۸
دوسری تقسیم	۱۸
تقریر کی تیاری کے پانچ مراحل	۲۰
مواد کی فراہمی	۲۰

خاکہ سازی	۲۲
قلم بندی	۲۲
ذہن نشینی	۲۲
مشق! مشق! مشق!	۲۳
اسٹیج کا خوف!	۲۴
اس خوف کا علاج کیسے؟	۲۵
خطیب کے لئے چند ناگزیر چیزیں	۲۷
مطالعہ	۲۷
خطیب کو کیا پڑھنا چاہئے	۲۸
نامور خطباء کا مشاہدہ	۲۸
الفاظ کا ذخیرہ	۲۹
ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ کیسے؟	۳۰
خطیب کی سیرت	۳۰
تقریر کے لوازم	۳۳
زبان و بیان	۳۳
صحتِ تلفظ	۳۳
آواز کا اتار چڑھاؤ	۳۴
سلاست	۳۶
سلاست کیونکر پیدا ہو؟	۳۷
تقریر کی خوبیاں	۳۸
فصاحت و بلاغت	۳۸
اسلوبِ بیان	۳۹
شعری چاشنی	۳۹

بشاشت طبع	۴۰
جذبات میں اعتدال	۴۱
تقریر کی خامیاں	۴۲
بے معنی تکرار	۴۲
مشکل پسندی	۴۲
احساس برتری یا کمتری	۴۳
غیر معتدل جذباتیت	۴۳
کامیاب تقریر کی چار صفات	۴۵
صحت تلفظ وادا	۴۵
صوتی تأثرات	۴۵
چہرے کے احساسات	۴۶
جسم کی حرکات وسکنات	۴۶
تقریر کے اصول	۴۸
بھرپور تیاری	۴۸
انداز خطاب	۴۸
تقریر کی صحیح تیاری کا طریقہ	۵۰
انداز خطاب کی خوبیاں	۵۰
تقریر کو مؤثر کیسے بنایا جاتا ہے؟	۵۱
غور وفکر اور جذبات	۵۱
غور وفکر	۵۱
جذبات کی تاثیر	۵۱
اسٹیج کے آداب	۵۲
تجربہ اور مشق	۵۲

نظامت سے متعلق ضروری ہدایات ۵۴

نظامت وخطابت میں کیا فرق ہے؟ ۵۸

فہرست نظامت ۵۹

خطبۂ افتتاحیہ ٦۰

تحریک صدارت ٦۲

دعوت تائید صدارت ٦۳

تائید صدارت ٦۳

دعوت تلاوت کلام اللہ ٦۳

دعوت حمد ٦٦

دعوت نعت خوانی ٦۷

دعوتِ تقریر ۷۰

دعوت برائے تعارفِ انجمن ۷۲

دعوت برائے خطبۂ استقبالیہ ۷۲

تحریک صدارت ۷۳

خطبۂ اِستقبالیہ ۷۴

اظہارِ تشکر ۷٦

اقتباسات ۷۷

انتساب

از ہر ہند مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے نام جس کی علم وحکمت سے معمور مقدس روحانی وعلمی فضا میں رہنے کی بدولت ہی ہم جیسے ہزاروں افراد میں لکھنے پڑھنے کا جذبہ پیدا ہوا اور قلم پکڑنے کا حوصلہ ملا۔

❁❁❁

اپنے جد محترم عبدالکریم صاحب اور والد گرامی ''عالی جناب محبوب الٰہی صاحب'' اور والدہ محترمہ.....خاتون صاحبہ کی طرف جن کے ناقابل قیاس احسانات اور پیہم نوازشات کو بیان کرنے سے زبان عاجز اور قلم قاصر ہے، اور جن کے زیر سایہ شفقت زندگی خوشگوار گزر رہی ہے۔ أدام الله ظلهم

❁❁❁

اور دادی مرحومہ کے نام جنکی دلی تڑپ، کڑھن اور مبارک دعاؤں کی بدولت حصول علوم دینیہ کی سعادت حاصل ہوئی، بارگاہ رب العزت میں ہماری دعاء ہے کہ باری تعالیٰ اس مجموعہ کو ان کے لئے بلندی درجات کا ذریعہ بنائے اور ان کو کروٹ، کروٹ اپنی رحمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

تقریظ

آفتابِ علم وفضل خطیب العصر
حضرت اقدس مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب دامت برکاتہم
استاذ تفسیر وادب دارالعلوم وقف دیوبند

تقریر وخطابت ایک مستقل فن ہے، ہر دور میں اس کی اہمیت وافادیت اور ضرورت وحاجت اجاگر وآشکارا رہی ہے، تقریر وخطابت جہاں قوم کے بکھرے ہوئے مسائل کی گتھیاں سلجھانے کا ذریعہ ہے، وہیں قوموں کی شکست وریخت اور عروج وزوال کا وسیلہ بھی بنتی ہے، کیوں کہ کسی بھی قوم وزبان کا ماہر خطیب پوری قوم کو کسی بھی جانب مائل کرسکتا ہے، تاریخ کے صفحات اس پر شاہد عدل ہیں، کہ ماضی تا حال تقریر وخطابت نے کبھی بھی اپنی اہمیت کم نہ ہونے دیا، بلکہ اس کا احساس اور بڑھتا ہی چلا گیا اور روز افزوں اس کی طرف رجحان بڑھتا ہی جارہا ہے، ہاں! یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر دور، ہر قرن، ہر زمانہ اور ہر عہد میں اس کا انداز، اسلوب اور منہج ومنہاج مختلف رہا ہے، اسی طرح زبانوں کے اختلاف کی وجہ سے بھی انداز اور لب ولہجہ میں فرق آتا ہے۔

اسی لئے ہر زبان میں تقریر وبیان کے کچھ اصول وضوابط ہوتے ہیں، جن کا پاس ولحاظ نہایت ضروری اور ناگزیر ہے، اگر ان کی رعایت نہ کی گئی تو تقریر کی جامعیت برقرار نہیں رہ پائے گی اور وہ بالکل ہی غیر مؤثر، غیر مفید، غیر نافع ہونے کے ساتھ ساتھ سوائے سمع خراشی کے اور کچھ نہ ہوگی۔

اسی اہمیت وضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر دور میں علمائے کرام اور خطبائے عظام

نے تقریر وخطابت کے اصول وضوابط اور مفید مؤثر بنانے کے اسباب وغیرہ پر کلام فرمایا ہے اور گراں قدر یادیں تاریخ کے صفحات پر مرقوم ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں جناب مولانا محمد طلحہ قاسمی نے مکمل جد وجہد اور سعی وکوشش کی ہے کہ تقریر وخطابت کے اصول وضوابط اور اس کے طریق کار کے بیان کے ساتھ ساتھ، اس کے نوک و پلک کے سنوارنے اور مفید ومؤثر بنانے کے گُر بھی بیان کیا ہے، عزیز موصوف کی سعی وکوشش کے نتیجہ میں کافی مفید معلومات کتاب میں جمع ہوگئی ہیں، جو کہ فی الحقیقت موصوف کی کامیابی وشادکامی کا ذریعہ ہے اور قابلِ تہنیت وتبریک اور لائق تحسین وآفرین بھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس کتاب کو نافع بنائے، اس کی افادیت کو عام وتام فرمائے اور مرتب کے لئے علمی وعملی اور قلمی وتحریری ترقی کا باعث اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین بہ جاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

محمد شمشاد رحمانی قاسمی
استاذ دار العلوم وقف دیوبند
۵/ جمادی الاول ۱۴۴۰ھ
مطابق ۱۲/ جنوری ۲۰۱۹ء

پسند فرمودہ

نابغۂ روزگار، یکتائے زمانہ فصیح اللسان والبیان،
حضرت الاستاذ مولانا **عبدالخالق** صاحب سنبھلی مدظلہ العالی
نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

حامدا مصلیا و مسلما و بعد

زیرنظر کتاب (اصولِ خطابت ونظامت) جس کو جناب مولانا محمد طلحہ قاسمی سلمہ نے ترتیب دیا ہے باصرہ نواز ہوئی، اس میں تقریر و بیان کے کچھ اصولوضوابط تحریر کئے ہیں، شروع کتاب میں خطابت کی تعریف اس کا مقصد اور خطابت کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی ہے، پھر خطابت کی قسمیں نیز تقریر کی تیاری کے مراحل اور خطیب کے لئے جن چیزوں کا لحاظ ناگزیر ہوتا ہے ان کو بیان کیا ہے، بعدہٗ خطابت کے خوبیاں کہ جن سے تقریر مؤثر بن جاتی ہے اور خطابت کی خامیاں کہ جن سے تقریر بے اثر ہو جاتی ہے، جیسے امور کو کتاب میں درج کیا ہے۔

اخیر کتاب میں نظامت سے متعلق ضروری ہدایات اور اناؤنسری کے طریقے ذکر کئے ہیں، کہ اجلاس وغیرہ کو کس طرح چلایا جائے۔

بہرحال جستہ جستہ کتاب پر نظر ڈالی یہ مجموعہ بہت پسند آیا، زبان بھی اس کی صاف وستھری اور شستہ ہے، میدان خطابت میں آگے بڑھنے کیلئے نوآموز طلبہ خاص کر اس کو سامنے رکھیں گے تو بہت جلد اچھے داعی ومقرر بن سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول عام عطا فرمائے اور افادے کو تام فرمائے، آمین ثم آمین۔

خیرخواہ: عبدالخالق سنبھلی
خادم دارالعلوم دیوبند

تأثر بلیغ

حضرت مولانا ومفتی محمد اطہر القاسمی صاحب دامت برکاتہم

جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء اریہ (بہار)

"ان من البیان لسحرا" کہ بعض بیان میں جادو جیسا اثر ہوتا ہے، چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ قوت بیان، زورِ استدلال اور البیلے انداز خطابت کے ذریعہ ایک ایک خطیب ومقرر نے سامعین کے دلوں میں ایسا انقلاب برپا کیا، کہ ایک طرف بے شمار گم گشتہ راہوں کو ایمان واعمال کی شاہ راہ پر گامزن کردیا، تو دوسری طرف بڑی بڑی جابر وظالم حکومتوں اور مضبوط ومستحکم سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے۔

تقریر وخطابت ماہر صاحب عزم وعمل اور صالح فکر ونظر کے حامل فعّال نوجوان عالم دین جناب مولانا محمد طلحہ صاحب قاسمی کی یہ کتاب "اصول خطابت ونظامت" یقیناً طالبانِ علوم نبویہ کے لئے ایک بیش قیمت "رہنما" ہے۔

میں نے کتاب دیکھی ہے، ماشاء اللہ انداز سنہرا، لب ولہجہ پیارا اور ہر جملہ جامع ودل نشیں ہے، جو تقریر وخطابت سیکھنے والوں کے لئے بے حد مفید ومؤثر ہے۔

اللہ رب العزت موصوف کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نواز دے اور اسے مزید تصنیف وتالیف کا پیش خیمہ بنائے، آمین ثم آمین۔

محمد اطہر القاسمی

صدر المدرسین مدرسہ اصلاح المسلمین، بھگوان پور اریہ،

وجنرل سکریٹری جمعیۃ علماء اریہ (بہار)

پیش لفظ

قوتِ بیان کی اثر آفرینی سحر انگیزی سے کون انکار کرسکتا ہے، ماہر وکیل اس کے محتاج، کامیاب مدرس اس کے ضرورت مند، قوموں وملکوں کے قائد اس کے دریوزہ گر، مبلّغ اس کے اسیر اور تو اور حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بھی اس کی ضرورت اور اہمیت کے معترف، خود قرآن مجید میں حضرت موسیٰ وہارونؑ کا واقعہ اس پر بطور دلیل اس پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

اس دور میں جب کہ باطل کی یلغار ہر چہار سمت سے جاری ہے، تو اس کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے، کہ سپہ سالاروں کی تلواروں نے وہ کام نہیں کیا جو خطباء کی شعلہ فشانیوں اور آتش نوائیوں نے کردیا، ابھی تقسیم ہند سے پہلے ہم دیکھتے ہیں، کہ آسمانِ خطابت پر ایک سے ایک آفتاب وماہتاب جلوہ فگن تھے، انہیں کی ضیا پاشیوں کی برکت تھی، کہ انگریزی حکومت کی تاریکیاں ختم ہوئیں اور آزادی کا سورج طلوع ہوا۔

تقریر وخطابت کی اسی اہمیت وافادیت کے پیش نظر مدارس اسلامیہ میں دیگر علوم وفنون کی تحصیل کے ساتھ اس کی مشق وتمرین پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔

بہرکیف دنیا کی شئی ایک اچھوتے نہج اور عدیم المثال اصول وضوابط کے فصیلوں سے مرقّع ہونے کے اہتمام کی خواہاں رہتی ہیں، کیونکہ بے راہ روی سنہرے، اصولوں پر بھی اثر انداز ہوا کرتی ہے، اسلئے ہر شئی کا ایک خاص اسلوب اور منفرد انداز ہوتا ہے، جس سے وہ تزئین کاریوں کی مرادیوں میں محوِ سیر ہوا کرتی ہے۔

اسی اہمیت وضرورت کے پیش نظر احقر نے تقریر وخطابت کے اصول وضوابط اور اس کے طریقہ کار کے بیان کے ساتھ ساتھ اس کے نوک وپلک سنوارنے اور مفید ومؤثر بنانے کا گُر بھی جمع وتسوید کرنے کی سعی وکوشش کی ہے۔

مزید برآں جلسوں اور پروگراموں کی آراستگی وزیبائی میں نظامت اور ناظم کا کلیدی کردار ہوا کرتا ہے، چنانچہ اگر ایک ناظم سلیقہ منداور باشعور لہجہ میں دلکش الفاظ اور تعبیرات کے ذریعہ سامعین کے دلوں کو موہ لیتا ہے، ہر مشکل مرحلہ آسان تر ہوجاتا ہے اور پروگرام کامیابی وکامرانی کے مقام تک بحسن وخوبی پہنچ جاتا ہے۔

ہم شکر گزار ہیں مخدوم گرامی حضرت الاستاذ مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی مدّظلہ العالی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند، وحضرت مولانا شمشاد رحمانی قاسمی استاذ تفسیر وادب دارالعلوم وقف دیوبند، اور حضرت مولانا ومفتی محمد اطہر القاسمی صاحب جنرل سکریٹری جمعیت علماء اراریہ بہار کے، کہ انہوں نے ہماری درخواست پر تقریظ بلیغ تحریر فرمائی، اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

اسی طرح میں محب گرامی مولانا محمد اجمل صاحب بھاگلپوری کا مشکور ہوں، کہ انہوں نے کمپیوزنگ کی ذمہ اری لے کر میری مدد ونصرت کی، اللہ تعالیٰ انکے تعاون کو قبول فرمائے۔ آمین

مجھے باری تعالیٰ کی ذات سے امید قوی ہے کہ ہمارا یہ مرتب کردہ گلدستہ ضرور بالضرور طلبۂ مدارس کی خوابیدہ تقریری صلاحیتوں ومخفی لیاقتوں کو اجاگر واشکارا کرے گا اور سحر آفریں خطیب ومقرر بننے کی لیاقت وصلاحیت پر آمادہ کرے گا، اسی کے ساتھ یہ کتاب مرتب اور سبھی معاونین کے لئے اجر وثواب اور ترقیات کا باعث ہوگی۔

احقر العباد
محمد طلحہ ابن جناب محبوب الٰہی صاحب
ساکن: بھنگیا، پوسٹ: اراریہ بستی، تھانہ: بیرگاچھی چوک،
ضلع: اراریہ (بہار) پن کوڈ: ۸۵۴۳۱۱
7409929131, 8650621092

خطابت کی تعریف

تعریف

خطابت کے لغوی معنی ہیں، وعظ کہنا، خطبہ پڑھنا، علامہ ابن رشد اپنی کتاب ''تلخیص الخطابہ'' میں فرماتے ہیں، خطابت نام ہے اس فن کا جس کی مدد سے اپنی بات دوسرے سے کہی اور منوائی جاسکتی ہے، گویا اس سے مراد وہ بیان ہے جو دلوں کو گرمانے، کسی بات کو واضح کرنے، کسی امر کا یقین دلانے، اثر پیدا کرنے، ترغیب دینے یا سامعین کو کسی خاص عمل یا روش پر آمادہ کرنے میں مدد دے۔

خطابت بے حس قوموں کو چونکاتی ہے، مردہ جذبات کو جگاتی ہے، دلوں کو گرماتی ہے، حوصلوں کو بڑھاتی ہے، دکھ میں تسکین دیتی ہے، مشکل میں استقلال سکھاتی ہے، بگڑے ہوئے اخلاق کو سنوارتی ہے، گری ہوئی قوموں کو ابھارتی ہے، یہ عوام کے جمگھٹوں کو پرکیف، غم و مسرت کی محفلوں کو کامیاب اور دینی و سیاسی جلسوں کو پرتکلف بنادیتی ہے۔

مقصد

خطابت کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں تک خدا کا پیغام پہونچایا جائے، افراد کی خوابیدہ صلاحیتوں کو جھنجوڑ کر بیدار کیا جائے اور انہیں ایک نشان منزل دیکر یکسو کیا جائے، تاکہ پوری امت کا ہدف ایک ہی ہو، منزل ایک ہی ہو اور اس کا حصول ہی اس کی زندگی اور موت کا مسئلہ بن جائے، جو شخص قوم کے اندر یہ ولولہ، یہ عزم، ایثار و قربانی کا یہ جوش و جذبہ پیدا کردے وہ کامیاب مقرر ہے۔

یہ کہنا درست نہیں کہ فن خطابت صرف اور صرف ''وہبی'' ہے، کوشش و محنت کے ذریعے اسے حاصل نہیں کیا جاسکتا، جس طرح ہر انسان قدرت کی طرف سے صدہا کام کرنے کی کم یا زیادہ استعداد لیکر آتا ہے، اسی طرح تقریر کرنے کی صلاحیت بھی لے کر آتا ہے، انسان جس طرح مسلسل مشق اور کوشش کے ذریعے اپنی تمام صلاحیتوں کو ترقی دے کر

درجۂ کمال تک پہنچاتا ہے، بالکل اسی طرح تقریر کرنے کی استعداد کو بھی مسلسل مشق سے اوجِ کمال تک پہنچایا جاسکتا ہے اور سامعین کو اپنے خیالات سے متأثر کیا جاسکتا ہے۔

اچھے مقرر تو مجمع پر بالکل جادو سا کردیا کرتے ہیں، ان کے قوت بیان اور زور بیان کے آگے بڑے بڑے بہادروں کی تلواریں بے کار ہوکر رہ جاتی ہیں، تاریخ عالم ایسے کئی واقعات سے بھری پڑی ہے کہ ایک فرد واحد نے اپنی جادو بیانی کے زور سے ہزارہا انسانوں کے دلوں اور دماغوں کو مسخر کرلیا اور اس کے ایک اشارے پر انہوں نے اپنی جانیں تک قربان کرڈالیں، سحر طراز خطیبوں کی پرجوش تقریروں سے وہ انقلاب بپا ہوا کہ مضبوط و مستحکم حکومتیں الٹ گئیں، خطابت کی اس تاثیر اور فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ کی رضا کیلئے یہ فن سیکھنا چاہئے اور ساری انسانیت تک اللہ کا پیغام پہنچانے کیلئے اس فن کو اس کے اصول وقواعد کے مطابق استعمال کرنا چاہیئے، تاکہ جناب نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور تمام انبیائے کرام کی نیابت کا فریضہ ادا ہوسکے اور آپ کی امت کی دنیاوی واخروی صلاح وفلاح کیلئے ہر طالب علم اور ہر عالم اپنا کردار ادا کرسکے۔

عربوں کی خطابت

عربوں کے یہاں تحریر کا فن بہت بعد میں آیا؛ لیکن ان میں تقریر کا ملکہ شروع سے تھا انہیں اپنی زبان، اپنے حافظہ، اپنی خطابت اور اپنی شاعری پر اس قدر ناز تھا کہ اپنے سوا تمام دنیا کو عجم (گونگا) سمجھتے تھے وہ اپنے بچوں کو شروع ہی میں خطابت کی تعلیم دیتے اور یہ ان کی تربیت کا جزو لازم تھا، وہ تو نوشت وخواند سے آگاہ نہ تھے؛ لیکن خطابت کی تعلیم وتربیت میں لوازم ومناسبات کو ملحوظ رکھتے، مثلاً: اسلوب بیان دلکش ہو، سحر بیان قائم رہے، الفاظ بوجھل نہ ہوں، سلیس اور خوبصورت ہوں، صاف لہجہ ہو، ہم وزن مسجع جملے اور ہم وزن سریع الفہم ضرب الامثال استعمال کی جائیں، ہر خطبہ ایجاز واختصار کے ساتھ جامع ومانع ہو۔

ہر قبیلہ کوشاں ہوتا کہ ان میں خطیب وشاعر ضرور پیدا ہو، جس زمانے میں اسلام کا ظہور نہیں ہوا تھا، یہی دو وصف (خطابت وشاعری) عربوں کے لئے افتخار وعزت کا سرمایہ تھے اور انہی کے بل بوتے پر وہ تمام دنیا کو گونگے خیال کرتے اور کسی دوسری زبان کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ (فن خطابت ص:۸)

خطابت کی ضرورت واہمیت

تحریر کے مقابلے میں تقریر زیادہ ضروری ہے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں ''بہ نسبت تحریر کے تقریر میں مہارت پیدا کرنے کی زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ تحریر سے تو نفع خاص ہوتا ہے، یعنی صرف طلبہ اور پڑھے لکھے لوگوں کو اور تقریر کا نفع عام ہوتا ہے، جن میں خاص بھی داخل ہیں۔

غرض بیان کی دوصورتیں ہیں: ایک درس جن کا نفع خاص طلبہ کو ہے اور ایک وعظ جس کا نفع عوام کو ہے اور ان دونوں قسموں کا فائدہ اس پر موقوف ہے کہ قوت بیانیہ بقدر ضرورت حاصل ہو، بس ہمارے طلبہ کو اس وقت ان دونوں کی تحصیل اور مشق کی ضرورت ہے۔ (دعوات عبدیت: ۱۲۸)

ایک اور جگہ علمائے کرام کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

دو باتیں خیال میں آتی ہیں یا تو درس وتدریس شروع کریں یا وعظ کہیں اور ان دونوں میں وعظ ہی زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ اس کا نفع عام ہوتا ہے اور جس بات کے لئے ضرورت دیکھی جائے وہی بیان کی جاسکتی ہے؛ لیکن وعظ گوئی بڑی محنت کا کام ہے، ضرورت دونوں کی ہے، مناسب یہ ہے کہ مستقل درس کا شغل رہے اور کبھی کبھی وعظ بھی ہوا کرے۔ (حسن العزیز ع/ ۷۲)

خطابت کی اقسام

پہلی تقسیم

بنیادی طور پر خطابت کی چار قسمیں ہیں جو فنی اعتبار سے درجہ بدرجہ بالترتیب یوں ہیں:

(۱) مکتوبی (۲) حفظی (۳) اعدادی (۴) ارتجالی (فی البدیہہ)

(۱) خطابت مکتوبی

اس سے مراد وہ تقریر ہے جو پہلے سے لکھ لی گئی ہو اور سامعین کے سامنے پڑھ دی جائے، اس میں کسی ایسی بات کے زبان سے نکل جانے کا اندیشہ نہیں ہوتا، جسے کہنا مقصود نہ ہو؛ لیکن یہ بالکل سطحی اور ابتدائی نوع ہے۔

(۲) خطابت حفظی

اس سے مراد وہ خطابت ہے جو تحریر کی مدد سے نہیں، حافظے کے وسیلے سے دہرائی جائے، دوسرے لفظوں میں اسے رٹی ہوئی تقریر کہتے ہیں، یہ قسم فنی اعتبار سے مبتدی کی مشق کے لئے تو ٹھیک ہے؛ لیکن اصل فن میں اس کی چنداں حیثیت نہیں، فن خطابت کا اظہار اگلی دو قسموں میں ہوتا ہے۔

(۳) خطابت اعدادی

یہ وہ خطابت ہے جس میں مواد اکٹھا کر کے پہلے سے تقریر کا ذہنی خاکہ تیار کر لیا جاتا ہے، اکثر مقرر آسانی اور سہولت کے خیال سے اہم نکات کو کاغذ کے ایک پرزے پر لکھ لیتے ہیں اور دوران تقریر اس پر نظر ڈالتے رہتے ہیں، اس میں نہ تو تقریر کو لکھ کر حرف بحرف پڑھ دیا جاتا ہے اور نہ لکھی ہوئی تقریر کو رٹ کر سنایا جاتا ہے، یہ پہلی دو قسموں کے درمیان کی ایک چیز ہے۔

(۴) خطابت ارتجالی

فی البدیہہ تقریر کو کہتے ہیں یعنی کسی موضوع پر بغیر کسی تیاری کے دفعتاً برجستہ بولنا، ارتجالی خطابت انسان کو دی گئی نعمت نطق کا نقطۂ کمال ہے، یہ عوام الناس کو متأثر کرنے کا بڑا اچھا ذریعہ ہے، تبلیغ کے لئے بھی یہ بہت مفید ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کامیاب مواعظ مبارکہ میں جو قوت پائی جاتی تھی وہ ارتجالی خطابت کی غیر معمولی تاثیر کا نقطۂ عروج تھی یہ معجزانہ قوت آپ کے خلوص، یقین، جوش ایمانی اور دلی تڑپ سے دوچند ہو جاتی تھی، ممتاز مقتدر، مذہبی وسیاسی رہنما مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری ''ارتجالی خطابت'' کرتے تھے اور اس میں انہیں یدطولیٰ حاصل تھا۔

وعظ اور بیان کی مشق عموماً تیسرے طریقے سے شروع ہوتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ چوتھی قسم جو اصل کمال اور مقصود ہے، پر عبور حاصل ہو جاتا ہے؛ لیکن ایسا بھی ممکن ہے کہ مبتدی کو خطابت اعدادی کی ہمت نہ ہو رہی ہو تو اساتذہ اور نگراں حضرات پہلی یا دوسری قسم سے مشق کی ابتداء کرواتے ہیں اور رفتہ رفتہ تیسری قسم پر لے آتے ہیں۔ (مستفاد رہنمائے خطابت ۳۵/۳۶)

دوسری تقسیم

خطابت اور وعظ کی ایک تقسیم موضوع کے لحاظ سے ہے، اس اعتبار سے بھی اس کی چار قسمیں بنتی ہیں:

(۱) درس قرآن وحدیث (۲) اصلاحی بیان (۳) علمی وفکری خطابت (۴) عام تقریر

(۱) درس قرآن وحدیث کسی آیت وحدیث کے ترجمہ وتشریح، نکات ومعارف اور اس سے ملنے والی حکمت وموعظت، عبرت ونصیحت یا سبق وہدایت پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۲) اصلاحی بیان، عقائد واعمال کی اصلاح، بدعات ورسومات کی تردید، رسوم ومنکرات چھڑوانے کے لئے کی گئی مخلصانہ دعوتی کوشش کو کہتے ہیں، اخلاق حسنہ کے حصول کی ترغیب اور عادات رذیلہ ترک کرانے کے لئے اس سے بہتر ذریعہ نہیں، علمائے اسلام

نے اپنی اصلاحی دعوتی کاوشوں کو اسی کے ذریعے کامیاب بنایا ہے۔

(۳) علمی وفکری نشست سے خطاب خالصتاً علمی وفکری کاوش ہے، اس میں سطحیت وجذباتیت کا گذر نہیں، اس میں مقرر اپنے وسیع مطالعہ اور اعلیٰ ذہنی قوتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے تاریخی وزمینی حقائق، اہل علم کی آراء اور مستند اعداد وشمارے کی مدد لیتے ہوئے مدلل تجزیے اور جاندار تبصرے اور کارآمد تجاویز کے ذریعہ سامعین کی علم ودانش میں اضافہ کرتا ہے، ان کے ذہن وفکر کو ایک رخ دیتا اور لائحہ عمل تجویز کرتا ہے، عام طور پر سیمینار، کانفرنس یا فکری نشست سے خطاب کو اس زمرے میں شامل کیا جاتا ہے۔

(۴) عام تقاریر میں دینی وسیاسی بیانات، اجتماعات وجلوس سے خطاب اور مختلف محافل ومجالس میں کی جانے والی وعظ وتقاریر آتی ہیں، جمعہ کے بیانات کو بھی اسی نوع میں شامل کیا جاتا ہے، اس ہفتہ واری مجلس میں معلومات کی فراہمی سے زیادہ احوال کی اصلاح عوام کے لئے زیادہ مفید اور مؤثر ہوتی ہے، اس لئے اس میں ملکی حالات پر تبصروں کی بجائے عوام کی دینی ذہن سازی اور مذہبی اصلاح وترقی کا کام لینا چاہئے۔ (الخطابہ أبوزہرہ عربی ۱۶۲/۱۷۰)

❁❁❁

تقریر کی تیاری کے پانچ مراحل

جب آپ کو کسی موضوع پر تقریر کرنے کو کہا جائے تو اس کی تیاری کے لئے بالترتیب ذیل کے پانچ مراحل پر عمل کیجئے، ان شاء اللہ اچھی تقریر تیار ہو جائے گی۔

(۱) مواد کی فراہمی

سب سے پہلے اس موضوع کے متعلق آیات قرآنی، احادیث نبوی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے واقعات، بزرگان دین کی حکایات، منفرد اور اچھوتے نکات اور ذاتی مشاہدات و تأثرات ترتیب وار جمع کریں، پھر موضوع کی مناسبت سے ایک آدھ لطیفہ، چٹکلہ اور تین چار اشعار تلاش کرلیں تاکہ انہیں مناسب جگہ استعمال کیا جاسکے اس کام کے لئے آپ کو دو چیزیں کام آئیں گی: ذاتی یادداشتیں اور کتابیں۔ (بیان کی تیاری کیسے کریں ص:۴)

ذاتی یادداشتیں

خطابت کی بنیاد علم ہے اور یادداشتیں انسان کے لئے علم کا سرمایہ ہوتی ہیں، تقریر یا تحریر سیکھنے کی خواہش رکھنے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایک ڈائری یا نوٹ بک ہر وقت اپنے پاس رکھے، اس نوٹ بک میں مختلف حوالہ جات، خیالات تجربات واقعات اور منتخب حکایات ولطائف درج کرتا رہے، کسی بھی موضوع سے متعلق تقریر تیار کرتے وقت مقرر کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنی ان ذاتی یادداشتوں کو ٹٹولے، کھرچے اور کریدے، ذہن کے نہاں خانوں میں موضوع سے متعلق اسے بہت سا مواد اور اشعار بکھرے پڑے ملیں گے، ان سب کو وہ احاطہ تحریر میں لے آئے۔

کتابیں!

دوسرے مرحلے میں وہ اپنے وسعت مطالعہ پر نظر دوڑائے کہ متعلقہ موضوع پر اس نے کن کن کتب اور کن کن رسائل میں کچھ پڑھا تھا؟ ممکن ہو تو دوبارہ ان کتب سے استفادہ کرے، ورنہ جو کچھ یاد ہے اسے ہی آئینۂ تحریر میں اتارے، مزید مطالعہ کے لئے

وہ اپنے ادبی دوستوں اور اساتذہ واہل علم سے رہنمائی حاصل کرسکتا ہے کہ اسے کون سی کتب پڑھنی چاہئیں؟

اب آگے بڑھنے سے پہلے تین چیزیں مزید منتخب فرمالیں، تاکہ تقریر کے لئے درکار مواد مکمل ہوجائے۔

ایک تو مختصر ومنفرد الفاظ پر مشتمل خطبہ، دوسرے غیر روایتی اور خوبصورت الفاظ پر مشتمل آغاز، تیسرے تقریر کے خلاصے اور واضح پیغام پر متضمن بامعنی اور دلکش اختتام، یہ تین چیزیں بھی اگر متأثر کن اور معیاری ہیں تو سمجھئے کہ آپ نے پچاس فیصد کام کامیابی سے مکمل کرلیا ہے۔

اب ذرا یادداشت پر نظر دوڑائے، آپ کے پاس بالترتیب یہ دس چیزیں جمع ہوچکی ہیں، جو کسی بھی اچھی تقریر کے بنیادی عناصر ہوتی ہیں:

(۱) خطبہ مختصر ومنفرد (۲) افتتاحی الفاظ غیر روایتی (۳) آیات قرآنیہ (۴) احادیث نبویہ (۵) مستند واقعات (۶) کوئی منفرد خیال یا اچھوتا نکتہ (۷) ذاتی مشاہدات وتأثرات (۸) لطائف، چٹکلے (۹) موضوع سے متعلق معیاری اشعار (۱۰) بامعنی اور خوبصورت اختتام: (الخطابہ اَبوزہرہ ص: ۷۹/ ۸۲)

ایک چبھتا ہوا سوال

ممکن ہے یہاں پہنچ کر طالب علم کے دل میں سوال پیدا ہو کہ کسی مقابلے میں شریک تمام ہی امیدوار یہی چیزیں تیار کرکے لائیں گے تو میری کامیابی کی کیا ضمانت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کامیابی کی ضمانت دو چیزوں میں ہے، انفرادیت اور مشق۔

یعنی آپ نے آغاز غیر روایتی انداز میں کیا، الفاظ کے انتخاب میں سلیقے کا مظاہرہ کیا، کوئی ایسا منفرد نکتہ یا اچھوتا خیال پیش کیا جس تک دوسروں کا ذہن نہیں پہنچ سکا، آپ کا لہجہ پر اعتماد اور انداز واطوار اصولوں کے مطابق تھے، تو یہ سب چیزیں مل کر آپ کو سبقت دلاسکتی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی مشق کیسی تھی؟ جنون کی حد تک پہنچ گئی تھی یا نہیں؟ اٹھتے

بیٹھتے، آتے جاتے، آپ تقریر کو پکارتے اور رواں کرتے تھے یا نہیں؟ یہ چیز ایسی ہے جو (اس مرتبہ نہیں تو اگلی مرتبہ) کامیابی کا تاج آپ کے سر پر سجا کر چھوڑے گی، آزمائش شرط ہے۔

(۲) خاکہ سازی

اس مرحلہ میں طالب علم جو کچھ جمع کر چکا ہے اس کی شیرازہ بندی کی جاتی ہے، یہ انتہائی ضروری ہے، حسنِ ترتیب کے بغیر مقرر کو پتہ ہی نہیں چل سکتا کہ اسے بات کہاں سے شروع کرنی ہے، اور کس موڑ پر جا کر ختم کرنی ہے؟ خاکہ مرتب کئے بغیر مائک کے سامنے جانا اندھیرے کمرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والی بات ہے، کچھ ہاتھ نہ آئے گا، خطیب خواہ کتنا بڑا عالم اور صاحب مطالعہ شخص ہی کیوں نہ ہو، کم از کم اپنے ذہن میں کوئی خاکہ مرتب ضرور کر لیتا ہے، تاکہ اس خاکے کے مطابق بات آگے بڑھاتا چلا جائے۔ (رہنمائے خطابت ص:۴۱)

(۳) قلم بندی

اب آپ کو اس خاکہ میں رنگ بھرنا ہے، تقریر کو تحریری صورت میں لانا ہے، کسی مقابلے میں حصہ لینے والے ایسا کرتے ہوئے تقریر کے ابتدائیہ، مرکزیہ اور اختتامیہ کے مطابق الفاظ اور مواد مرتب کریں موضوع سے خارج یا کم مطابق مواد کو حذف کر دیں، طالب علم مقررین کے لئے یہ بات اور بھی ضروری ہے کہ وہ موضوع کے عین مطابق باتوں کو باقی رکھیں اور غیر متعلق سب باتیں قلم زد کر دیں؛ کیونکہ مقابلے کی تقریر میں ان کے پاس پانچ سات منٹ سے زیادہ وقت نہ ہوگا، تقریر ایک مرتبہ تحریر میں لانے کے بعد اس پر غور کریں، نامناسب الفاظ، کمزور ترکیبوں اور استعاروں کو نکال باہر کریں اور ان کو زیادہ موزوں الفاظ اور ترکیبات کے موتیوں سے سجائیں، یوں آپ کا تقریر نویسی کا مرحلہ طے ہو گیا۔

(۴) ذہن نشینی

اس مرحلہ سے آپ اپنے آپ کو سامعین کے سامنے لے جانے کے لئے تیار کرتے ہیں، اگر آپ تھوڑے تجربہ کار ہیں تو تقریر کو ذہن نشین کر لینا ہی کافی سمجھیں اور اس کی مشق شروع کر دیں؛ لیکن اگر آپ بالکل نئے ہیں تو پھر آپ کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ شروع کی چند تقاریر یا ان کا اکثر حصہ لفظ بہ لفظ یاد کر کے ہی سامعین کے سامنے جائیں،

اس طرح آپ خود کو زیادہ پُر اعتماد محسوس کریں گے۔

مقررین کے لئے ضروری ہے کہ ایک آدھ تقریر کر لینے کے بعد جب سامعین کا سامنا کرنے کا خوف دور ہو جائے تو رٹے لگا کر تقریر کرنے کی عادت تو بالکل چھوڑ دیں؛ لیکن ضروری ہے کہ تقریر کا خلاصہ اور خاص خاص نکات کسی چھوٹے کاغذ پر لکھ کر تنہائی میں بیٹھ کر ذہن نشیں کرنے اور مرتب انداز میں پیش کرنے کی کوشش اور مشق جاری رکھیں۔ (تلخیص الخطابہ ابن رشد عربی ص: ۶۸)

(۵) مشق! مشق! مشق!

یہ تقریر کی تیاری کا آخری اور سب سے اہم مرحلہ ہوتا ہے، پہلے خیال خیال میں تقریر کو اتنا پکائیں کہ رواں ہو جائے، پھر آواز کے ساتھ اتار چڑھاؤ، وقف و وصل اور اعضاء کی زبان کا خیال رکھتے ہوئے عملی مشق شروع کر دیں، فن کوئی بھی ہو محنت چاہتا ہے، وقت کا نذرانہ مانگتا ہے، کسی بھی ہنر میں مہارت پیدا کرنے کے لئے دیوانہ وار محنت بہت ضروری ہے، جوئے شیر لانے کے لئے تیشہ بکف رہنا ہی پڑتا ہے۔ ع

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا

خواہ آپ کا کتنا ہی مطالعہ کیوں نہ ہو، مشق کے بغیر تو گویا ابر ہے بارش نہیں، چمن ہے پھول نہیں، درخت ہے ثمر نہیں، چراغ ہے تیل نہیں اور کھانا ہے، مگر نمک نہیں؛ لیکن اگر آپ مطالعے کے ساتھ ساتھ مشق جاری رکھتے ہیں تو ضرور آپ کے جوہر کھلنے لگیں گے۔ ع

سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

فن خطابت شعر و شاعری سے مختلف ہے، شاعری کے برعکس یہ فن مشق سے سیکھا جا سکتا ہے اور مسلسل محنت سے بہتر بنایا جا سکتا ہے، مقرر پیدائشی نہیں ہوتے، مستقل محنت اور مشق سے آگے بڑھتے ہیں، فن پکے ہوئے پھل کی طرح آپ کی جھولی میں نہیں گرے گا، پہلے آپ کو تخم ریزی کے بعد ایک خاص مدت تک اس کی حفاظت کرنی پڑے گی۔

کچھ ممتاز مقررین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے ابتدائی دور میں درختوں کے سامنے تقریر کرتے تھے، یا بچوں کو اکٹھا کر لیتے اور ان کے سامنے تقریر کی مشق کرتے

رہتے، آپ بھی کھلی فضاء میں کہیں جا کر یا کسی بند کمرے میں بیٹھ کر اپنے سامعین کا تصور باندھ کر تقریر کی مشق نہایت عمدگی سے کر سکتے ہیں۔

صحت تلفظ اور حسن ادا کا جائزہ لینے کے لئے آپ اپنی تقریر ریکارڈ کر کے سن سکتے ہیں، بہت سے مقررین مشق نہ کرنے کی وجہ سے سامعین کے سامنے آ کر دو چار منٹ ہی تقریر کرتے ہیں تو ان کا حافظہ، ان کا گلا اور ان کی آواز انھیں بیچ منجدھار میں چھوڑ کر کنارے پر کھڑی تماشا دیکھتی رہتی ہے۔

تقریر کی تیاری اور تقریر کرنے کے درمیان ایک مشکل مرحلہ آتا ہے، مناسب ہے کہ ہم اس کو یہیں زیر بحث لے آئیں اور وہ ہے اسٹیج کا خوف۔

اسٹیج کا خوف!

اسٹیج ہر مقرر کی ابتدائی آزمائش ہے، ہر بڑے مقرر نے اس آزمائش کا سامنا کیا ہے اور ہر نئے مقرر کو پہلے پہل اس سے گزرنا پڑتا ہے، اس سے فرار ممکن ہی نہیں، گویا اسٹیج سب سے بڑی روک ہے جو کسی مقرر کو شروع ہی میں پیش آتی ہے۔

ہر مقرر کے حواس ابتدائی طور پر اسٹیج سے متاثر ہوتے ہیں اور وہ ایک نادیدہ خوف سے گھبراتا ہے، اس کی دو وجوہات ہوتی ہیں!

ایک یہ کہ اپنی ذات پر اسے اعتماد نہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ عوام سے خوفزدہ ہے۔ لیکن یہ خوف دو تین نشستوں ہی میں ختم ہو جاتا ہے، ہر چیز ابتدائی تجربے میں ہراس پیدا کرتی ہے، یہ کوئی سانحہ یا افتاد نہیں، ایک قدرتی اضطراب ہے اور ہر نیا تجربہ دماغ کو اس طرح کے تذبذب میں مبتلا کرتا ہے، اسٹیج کا خوف بظاہر حواس کا اضطراب اور اعصاب کا تعطل ہے؛ لیکن اس کی پیدائش ایک ایسے خوف سے ہوتی ہے جو انسانوں کے جھرمٹ سے پیدا ہوتا اور خیالات میں ہلچل ڈالتا ہے، ایک ایسی کیفیت ابھر آتی ہے کہ مقرر کا وجود سیمابی ہو جاتا ہے، اس کی زبان لڑکھڑا جاتی ہے اور اس کے افکار ذہن میں لٹک یا اٹک کے رہ جاتے ہیں، اس لمحہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کے حلق میں کوئی غیر مرئی ہاتھ ہے جو اس کے الفاظ کو کھینچ رہا ہے، اس کے فقروں کو سکیڑ رہا ہے اور اس کی آواز کو تھرا رہا ہے۔

اگر مقرر پہلے خوبصورت ابتدائیہ تیار کرے اور عوام اس پر تحسین کریں تو اسٹیج کا خوف ان فقروں اور نعروں کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے، اور مقرر احتساب کے غیر شعوری احساس سے نکل جاتا ہے، پھر یہ اندیشہ نہیں رہتا کہ الفاظ و معانی کی نبضیں ڈوب رہی ہیں یا آواز موجِ تہہ نشین ہو چکی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسٹیج کا خوف کوئی خوف ہی نہیں، کچھ ہے تو مقرر کی کم اعتمادی ہے، مقرر غیر شعوری طور پر اس کا شکار ہوتا ہے، کہ اس کے سامنے جو لوگ بیٹھے ہیں، وہ شاید نقاد یا محتسب ہیں، ان کی نگاہیں، اس کے تعاقب میں ہیں، اس ڈر سے کبھی اس کی آواز کانپتی، کبھی دانت بجتے، کبھی لہجہ پھسل جاتا ہے، حتی کہ الفاظ گلے کی پھانس ہو جاتے اور خیالات چکنا چور ہونے لگتے ہیں، اس مرحلہ میں صوت اور سکوت میں آویزش ہوتی ہے، ادھر آواز پر سکتہ طاری ہوتا، ادھر تلفظ کا سانس اُکھڑ جاتا ہے، اسی خوف سے کئی اصخو کے پیدا ہوتے ہیں، مثلاً آواز بے ہنگم ہو جاتی ہے، واحد متکلم کی جگہ جمع متکلم اور تذکیر کی جگہ تانیث آجاتی ہے، تمام اجزائے دماغ بکھر جاتے ہیں، پاؤں ڈگمگاتے، بدن پہ کپکپی طاری ہوتی اور چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں؛ لیکن یہ دو ایک تجربوں کی چیز ہے، ایک دفعہ اس پل صراط سے ہر مقرر کو گزرنا پڑتا ہے، اس کے بعد اسٹیج کا خوف ہی نہیں رہتا، پھر ایک مقرر کے لئے اسٹیج اس کی جولان گاہ اور عوام اس کی متاع ہیں اور وہ ان سے سبھی کچھ حاصل کر سکتا ہے، ایک مقرر اسٹیج کی گھبراہٹ پر قابو پا کر محسوس کرتا ہے کہ اس کی زبان کھل گئی ہے اور اس کا دماغ خوف و ہراس سے نکل چکا ہے، وہ اپنے پسندیدہ ماحول میں ہے، اس کے سامنے اس کی مرضی کا میدان ہے، وہ کھلی فضا میں اڑ رہا ہے اور سامعین کو اپنے ساتھ اڑا کر لے جا رہا ہے۔

اس خوف کا علاج کیسے؟

واضح رہے کہ ہر فن شروع میں مشکل ہوتا ہے، ہم بچے تھے، ہم نے بیٹھنا سیکھا، چلنا سیکھا، بولنا سیکھا، پڑھنا سیکھا کبھی ہمارے لئے حروف ابجد کو پہچاننا اتنا ہی مشکل تھا، جتنا ہمارے لئے اسرارِ فطرت کے بعض گوشوں سے آگاہی حاصل کرنا اور مابعد الطبیعاتی حقائق سے واقف ہونا، یہ کھانا پینا ہمارا سیکھا ہوا ہے، ہر وہ چیز جو شعور کا حصہ بننے کے بعد سادہ سہل

اور آسان نظر آتی ہے، ہماری سیکھی ہوئی ہے اور یاد کیجئے کہ ہم نے کتنی محنت سے سیکھی ہے؟ ہر تیراک پہلے ڈوبتا رہا ہے اور ہر سوار پہلے گرتا رہا ہے، نوشت وخواند، یہ بول چال، یہ کہنا سننا، یا بات چیت کیا ہیں؟ یہ سب سیکھی ہوئی ہیں، ان کی تحصیل کے لئے ہم کسی نہ کسی درجہ کی محنت ومشکل سے نکلے ہیں، یہی چیز عوام سے خطاب میں پیش آتی ہے؛ لیکن جونہی وہ خوف ٹل جاتا ہے تو ہم حواس کے خوف وہراس سے نکل جاتے ہیں، پھر جیسے وہ کوئی چیز ہی نہ تھی۔ (فن خطابت/ ۵۰ تا ۵۴)

خطیب کے لئے چند ناگزیر چیزیں

(۱) مطالعہ

خطابت کی اساس آواز پر اور آواز کی طاقت زبان سے ہے؛ لیکن خطابت کا ہیولیٰ مطالعہ سے تشکیل پاتا ہے، اور مطالعہ میں مشاہدہ و تجربہ سے تناسب پیدا ہوتا ہے، مطالعہ کے لئے کوئی خاتمہ نہیں، اس میں تسلسل ہے، جس طرح صبح و شام طلوع و غروب ہوتے اور روز و شب ازل سے ابد کی طرف رواں ہیں، اسی طرح مطالعہ ہمیشہ سے ہمیشہ کے لئے ہے، ہر زمانہ میں اس کی نوعتیں بدل جاتی ہیں؛ لیکن اس کا سفر ختم نہیں ہوتا، اس کے لالہ زار میں سدا بہار شگوفے کھلتے اور پھول بنتے ہیں۔

مطالعہ خطیب کی غذا ہے

ایک خطیب و مقرر کے لئے حاصلِ مطالعہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا بدن کو زندہ رکھنے کے لئے غذا اور پیاس کو بجھانے کے لئے پانی، ایک خطیب کے لئے مطالعہ اس کی غذا ہے، اس کا فرض ہے کہ مطالعہ اس کا معمول ہو اور وہ جس طرح غذا اور پانی کے بغیر دن نہیں گزار سکتا، اسی طرح مطالعہ کے بغیر یہ محسوس کرے کہ اس کا دماغ آج بھوکا رہا ہے، جو مقرر یا خطیب مطالعہ سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں، خواہ اس خیال سے کہ انہیں مطالعہ کی ضرورت نہیں رہی اور وہ خطابت کی معراج پر ہیں تو ممکن ہے انہیں کچھ عرصہ مطالعتی خلا کا احساس نہ ہو؛ لیکن وہ مطالعہ اور مشاہدہ سے دور ہوتے ہی خیالات میں ضعف کا شکار ہوتے ہیں اور ان کی خطابت کو دیمک لگ جاتی ہے، محض ماضی کوئی چیز نہیں اور نہ اس طرح زندگی گزر سکتی ہے، یہ صحیح ہے کہ انسان کو اپنے ماضی سے محبت ہوتی ہے اور ماضی کی سرگزشت اس میں تحریک پیدا کرتی ہے؛ لیکن خطابت حال سے جوان ہوتی اور مستقبل کو پروان چڑھاتی ہے۔ (تلخیص الخطابہ ابن رشد ص: ۳۴)

خطیب کو کیا پڑھنا چاہئے

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک خطیب کو کیا پڑھنا چاہئے؟ ایک مقرر یا خطیب کو ابتداء میں سبھی کچھ پڑھنا چاہئے، تاکہ اس کی معلومات کسی پہلو سے تشنہ نہ رہیں اور نہ اس سلسلہ میں کوئی سا گوشہ ادھورا رہ جائے، کسی بیان کے لئے تیاری کے وقت جس موضوع یا مضمون سے براہ راست اس کا سابقہ ہے، اس کا مطالعہ اسے ضرور کرنا چاہئے اور وہ اوصاف جو خطابت کو جلا دیتے ہیں، ان سے کسی لمحہ غافل نہ رہنا چاہئے۔

پھر جن مضامین کو زندگی میں خصوصیت حاصل ہے اور جو اس کے شب و روز سے مربوط ہو چکے ہیں ان کا مطالعہ مقرر کی بنیادی ضرورت ہے، مثلاً معیاری تذکرہ، وقیع سوانح عمریوں اور مستند سفرناموں کا مطالعہ انتہائی مفید ہے ان سے معلومات حاصل ہوتیں ہیں، زبان ملتی اور بیان کھلتا ہے، اس کے علاوہ تجربہ و مشاہدہ میں اضافہ ہوتا ہے، اسلوب بنتا ہے اور ذوق وشوق کے راستے کھلتے ہیں، الغرض ہر ایسے مستند مصنفین جن کی کتابیں دین و مذہب علم وخبر، فکر ونظر، اظہار کی رفعت اور سوچ و بچار کی نزہت اور عام معلومات میں اضافہ کے ساتھ علم وادب کی چاشنی بھی رکھتی ہوں ان کے مطالعہ کو ترجیح دیں۔ (فن خطابت ۳۴/۳۸)

(۲) نامور خطباء کا مشاہدہ

جن نامور ہستیوں نے خطابت میں نام پیدا کیا ان کا مطالعہ و مشاہدہ ایک نوآموز مقرر اور نووارد خطیب کو فنی کمال تک پہنچانے میں ضرور معاون ہوتا ہے، جب تک دوسرے خطیبوں کو دیکھیں نہیں کہ وہ کیونکر بولتے ہیں اور دماغوں کو جیتنے کے لئے کس طرح الفاظ ومعانی میں آہنگ پیدا کرتے ہیں، تب تک فن خطابت کی ترتیب ادھوری رہ جاتی ہے، خطابت محض کتابوں کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہوتی اور نہ اس موضوع پر کوئی سی نئی کتاب استاد ہوسکتی ہے، اس بارے میں جتنا مطالعہ ضروری ہے اتنا مشاہدہ لازم ہے اور مشاہدہ دوسرے مقرروں اور خطیبوں کے سننے ہی سے حاصل ہوتا ہے، اس مشاہدے کے بعد ہی ہم تجربہ کرسکتے ہیں، خطابت سیکھنے کا گُر یہ ہے کہ خطیبوں کو مجمعوں میں دیکھیں کہ وہ کیونکر خطابت کرتے ہیں؟ اس مشاہداتی سبق کے بغیر ملکۂ خطابت کا حصول ناممکن ہے۔

(۳) الفاظ کا ذخیرہ

ایک مقرر کے لئے ذخیرۂ الفاظ سب سے بڑی دولت ہے اور اس دولت کا صحیح مصرف سب بڑی نعمت ہے اور وہی قلم وزبان کے غنی ہوتے ہیں، جو اس دولت کا صحیح استعمال جانتے ہیں، مقرر کا فرض ہے کہ زبان کے رموز وحقائق سے واقف ہو اور جانتا ہو کہ الفاظ کیسے ترتیب پاتے ہیں اور ان کی معنوی شکلیں کیا ہوتی ہیں؟ حرف صورت کی نمائندگی کرتا ہے اور لفظ جذبات، احساسات وتصورات کا نمائندہ ہوتا ہے، فی الجملہ لفظ کے اجزائے ترکیبی حروف اور زبان کے اجزائے ترکیبی الفاظ ہیں، ایک مقرر کے لئے الفاظ محاورے، روزمرہ ضرب الامثال، حکایتیں، تمثیلیں، لطیفے، مفردات، مرکبات، مترادفات ومتضادات، تشبیہات واستعارات، اشارات وکنایات، ضمیریں، تذکیر وتانیث اور صرف ونحو کا مطالعہ وعلم، فنی طور پر ریڑھ کی ہڈی ہے، ان پر قابو پانے سے ہی کاملیت حاصل ہوتی اور زبان وبیان کی راہیں کھلتی ہیں، جب تک مقرر کو الفاظ کے صحیح استعمال میں قدرت حاصل نہ ہو اس کے اظہار واسلوب میں نہ رونق پیدا ہوسکتی ہے اور نہ اس کی قوت فکر جلا پاسکتی ہے اس سلسلہ کی ایک بڑی چیز جو خطابت کے فن کو جلا بخشتی ہے، وہ مترادف الفاظ کا حفظ وآشنائی ہے، یا پھر ان کے ٹھیک ٹھیک استعمال کا فن ہے، یہ صحیح ہے کہ مغربی زبانوں میں مترادف وہم معنی الفاظ نہیں ہوتے، وہاں ہر لفظ کا مادہ جداگانہ ہوتا ہے؛ لیکن اردو کا خزانہ چونکہ مختلف زبانوں کے الفاظ سے بھرپور ہے اور ان میں تھوڑا بہت تغیر ہو چکا ہے، اس لئے اردو میں مترادفات کا ایک ڈھیر ہے اور لغت کے ستر فیصد الفاظ مترادفات رکھتے ہیں، گو ان الفاظ میں بھی ایک امتیازی خط ضرور ہوتا ہے جو ذوق کی نفاست اور طبیعت کی نزاکت فوراً بھانپ لیتی ہے؛ لیکن بہرحال ہم معنی الفاظ کی بہتات اردو کا ایک ایسا حسن ہے کہ زبان وبیان کے ہر معرکہ میں اس سے کام لیا جاتا اور اسلوب واظہار کے مختلف پیرائے اس سے روشن کئے جاتے ہیں۔

ایک مقرر وخطیب کے لئے مترادفات (ہم معنی الفاظ) کی طرح متضادات، شعلہ نوائی کا ایندھن ہیں، چند الفاظ ملاحظہ فرمائیے! اچھا برا، حسن وقبح، خیر وشر، بہتر وبدتر وغیرہ، آپ نے معنوی تفاوت کی باریکی اور حسن ملاحظہ فرمایا، یہی باریکی ان کی معنویت کے یکساں خطوط

کوایک دوسرے سے ممیز کرتی ہے اور ایک خطیب وادیب ان کے معنوی استعمال ہی سے منفرد وممتاز ہوتا ہے، کسی فقرے میں مترادف ومتضاد الفاظ کا حسنِ استعمال ہی فصاحت وبلاغت کی اصل ہے، جس مقرر کو ان الفاظ کے استعمال پر قدرت ہوگی اس کا دلوں میں اتر جانا یقینی ہے اور وہ عوام سے مخاطب ہوسکتا ہے۔ (الخطابہ ابوزہرہ عربی ص: ۳۰)

ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ کیسے؟

الفاظ کا ذخیرہ بڑھانے سے بڑھتا ہے، جس موضوع پر کتاب پڑھیے، وہ اگر بعض اعتبارات سے نئی ہے تو اچھوتے فقروں اور شگفتہ خیالوں ہی کو نوٹ نہ کیجئے، بلکہ نئے لفظوں کو بھی مع معانی نوٹ کیجئے، پھر انہیں ذہن میں دہراتے رہئے، اس طرح آپ کے الفاظ کا ذخیرہ بڑھے گا اور کچھ عرصہ بعد آپ محسوس کریں گے کہ آپ کے اظہار کی قوت بڑھ گئی ہے، حتی کہ ایک دن یہی چیز آپ کے لئے گنج بے بہا ہوجائے گی، اسی طرح بعض نامور مقرروں کو ضرور سنئے، ان کی تقریروں سے کئی چیزیں حاصل ہوں گی، نئے الفاظ کے تلفظ کی صحت، فقروں کی ترکیب، خیالات کی رنگارنگی، استدلال کے زاویے، اور مطالب ومعانی کے خفی وجلی پہلو اس کے علاوہ اشارات وحرکات کا مدوجزر معلوم ہوگا اور اظہار واسلوب سے آشنائی ہوگی، کہ وہ کون سی چیز ہے، جو ایک خطیب کے لئے عوام میں تجسس اور مقصد کے لئے جذبہ پیدا کرتی ہے۔

دوسری چیز جو مقرر کے لئے ضروری ہے، وہ شعرا کے کلام کا مطالعہ ہے، شاعرانہ کلام کو سنئے بھی اور پڑھئے بھی، اس سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے، شاعری سے سلاست پیدا ہوتی ہے، الفاظ کے استعمال کا پتہ چلتا ہے، مترادفات ہاتھ آتے ہیں، بیان میں زور ابھرتا اور تلفظ معلوم ہوتا ہے، شاعرانہ کلام کے مطالعہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ شاعری کے ذوق وشوق سے خطیب کے بیان میں دلکشی اور دلفریبی پیدا ہوتی ہے، اسی طرح اچھے انشاپردازوں کا مطالعہ علم ولغت کی توسیع کے علاوہ بیان اور اس کی تاثیر میں ندرت واعجاز کا سبب ہوتا ہے۔

(۴) خطیب کی سیرت

خطابت کی اصل بنیاد خطیب کی سیرت ہے، اگر خطیب کے دامن پر کوئی دھبہ ہے یا

وہ اخلاق کی ابدی قدروں میں سے کسی ایک قدر سے محروم ہے تو وہ معزز شخصیت نہیں ہوسکتا اور ایک خطیب کے لئے عزت مندی ہی قبول عامہ کی اساس ہے، اس اعتبار سے خطابت ایک خاردار وادی ہے جس سے صحت مند قدم ہی گزر سکتے ہیں، خطیب کی سیرت اس کی دولت اور اس کا کریکٹر اس کی پونجی ہے، جو خطباء اور مقرر اس سے محروم ہوئے، وہ دماغوں اور دلوں پر کوئی نقش نہیں جما سکے، ان کی حیثیت زیادہ سے زیادہ اس خوش آواز گداگر کی ہوتی ہے جو مکانوں کی چوکھٹ پر صدا دیتا اور ناکام لوٹتا ہے، یا پھر وہ اس ڈھولک کی تھاب ہے جو رات کی چمک دمک گزارنے کے بعد تماشائی کے لئے منتشر و مضمل صبح لیکر طلوع ہوتی ہے، خطابت بدن ہے تو سیرت اس کی روح ہے، خوبصورت روح ہی تندرست بدن قائم رکھتی ہے، کردار کی کمزوری کسی فن میں اس شدت سے معیوب نہیں ہوتی، جس شدت سے خطابت میں اس کی پرکھ ہوتی ہے اور ایک خطیب کے اعمال پر عوام کی نگاہ رہتی ہے، اگر کوئی خطیب یا مقرر باعزت زندگی بسر کرنا چاہتا ہے تو لازم ہے کہ بے داغ کردار رکھتا ہو اور اس کی سیرت لہو ولعب کے چھینٹوں سے محفوظ ہو، ایک خطیب میں ذیل کے اوصاف کا ہونا ضروری ہے، ان کے امتزاج ہی سے اس کی شخصیت استوار ہوتی ہے۔

۱	بے ریا کردار	۲	بلند نصب العین
۳	خلوص و وفا	۴	صداقت شعاری
۵	شخصی وجاہت	۶	باخبر ذہن
۷	نستعلیق اشارات	۸	طلاقت لسانی
۹	بے عیب آواز	۱۰	صحیح تلفظ
۱۱	حاضر جوابی	۱۲	برجستہ گوئی
۱۳	موقع شناسی	۱۴	وحدت مقصد
۱۵	ہمدردی و پامردی	۱۶	مجمع کی نفسیات سے آگاہی
۱۷	فہم عامہ و مہارت تامہ	۱۸	مطالعہ کا شوق
۱۹	مشاہدہ کی لگن	۲۰	ابلاغ کی دُھن

یہ سب اوصاف کوئی نصاب نہیں کہ علیحدہ علیحدہ مضامین کے طور پر ان کی الگ الگ تعلیم حاصل کی جائے، یہ تمام اوصاف ایک پرخلوص اور پرعزم مقرر میں خلوص دل کے ساتھ فریضۂ دعوت ادا کرنے کے لئے محنت وکوشش کرنے سے خود بخود درچ بس جاتے ہیں، کچھ اوصاف وہبی ہوتے ہیں، کچھ اکتسابی، ان دونوں کی یکجائی سے خطیب ومقرر تیار ہوتے ہیں اوران کا ایک جیتا جاگتا پیکر بن جاتا ہے، اس سلسلہ میں ایک دماغی ارادہ اور ایک قلبی شغف راہنما ہوتا ہے، جب ایک انسان اپنے ملکۂ وہبی کی تحریک پر خطیب بننے کا عزم کرتا ہے تو یہ اوصاف اس میں اسی طرح پیدا ہوتے ہیں جس طرح ایک ہی لحظہ میں رنگارنگ جلوے نگاہوں سے گزرتے اور اپنی رنگینی کا اثر پیدا کرتے ہیں۔ (فن خطابت ۳۲/ ۳۳)

❁❁❁

تقریر کے لوازم

(۱) زبان و بیان

سب سے پہلی چیز جو مقرر کے لئے خطابت کی روح ہے اور جس سے اس کا جسم نمو پاتا ہے وہ زبان ہے، ایک خطیب و مقرر کے لئے زبان کا حصول اسی طرح ضروری ہے جس طرح زندگی کے لئے سانس لینا، جب تک زبان کے نشیب و فراز سے مقرر و خطیب آگاہ نہ ہوں اور اس کے قواعد و ضوابط انکے ذہنوں میں نقش نہ ہوں، وہ اظہار و اسلوب کی نزاکتوں اور آواز و تلفظ کی خوبیوں سے مستفید نہیں ہو سکتے، ان کے حصول کے بغیر مطالعہ، مشاہدہ اور استعداد سب بیکار ہیں، ایک مقرر کے لئے زبان کو بطور زبان جاننا ضروری ہے، پہلے زبان، پھر موضوع، جس طرح موضوع کے بغیر زبان محض صدا ہے، اسی طرح زبان کے لئے موضوع کوئی چیز نہیں، دونوں میں روح و بدن کا رشتہ ہے، روح بدن چاہتی ہے اور بدن روح چاہتا ہے، اردو خطابت میں کمال حاصل کرنے کے لئے زبان کا بحیثیت زبان حصول و مطالعہ ضروری ہے، جب تک زبان کی وسعتوں اور ضابطوں سے آگاہ نہ ہوں، ہم اپنی زبان میں وہ قدرت پیدا کر نہیں سکتے، جس سے زبان میں سلاست کا اعجاز پیدا ہوتا ہے، مقصود یہ نہیں کہ آپ لغوی ہو جائیں؛ لیکن لغت سے محروم ہونا خوبی نہیں، قواعدِ زبان سے آشنائی ایک طاقت ہے، آپ صرفی و نحوی نہ ہوں؛ لیکن صرف و نحو سے غفلت نہ برتیں، زبان اس طرح سیکھی جاتی ہے، کہ آپ کی محفلیں شائستہ ہوں، آپ کے احباب ادبی ہو، آپ مستند ادیبوں، ثقہ شاعروں اور جید عالموں کے فقرے سنیں، آپ ان کتابوں پہ نگاہ رکھیں جو زبان سکھاتیں ہیں۔ (مقرر بنئے / ۳۰)

(۲) صحتِ تلفظ

زبان ایک آلۂ اظہار ہے جس سے انسان اپنے مافی الضمیر کو اور اپنے خیالات و احساسات کو بذریعہ الفاظ ایک دوسرے تک پہنچاتے ہیں، انسانی ذہن ایک گہری جھیل ہے جس میں

غم والم، رنج وراحت، الفت وکلفت، اندوہ ومسرت، عشق ومحبت، شادی وغمی، تعجب وانبساط، تحسین وستائش، آفرین ونفرین وغیرہ کے احساسات کی لہریں اٹھتی رہتی ہیں، ان لہروں کی ترجمانی الفاظ کے ذریعہ سے ہی زبان کرتی ہے اسی لئے دانشور کہتے ہیں کہ الفاظ ہی سب کچھ ہیں، آوازیں تو اصطبلوں اور باڑوں میں بھی بہت ہوتی ہیں؛ لیکن ان میں اور انسانی نطق میں فرق تلفظ کے ذریعہ ہوتا ہے، پھر عام انسانوں اور تعلیم کے ذریعے تہذیب پانے والے انسانوں میں حد فاصل تلفظ کی صحت اور حسن ادا کے ذریعہ ہوتی ہے، اس لئے خطبات کے لئے بالعموم اور تقریری مقابلوں میں شرکت کرنے والوں کے لئے بالخصوص صحتِ تلفظ کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔

شیر گونجتا ہے، ہاتھی چنگھاڑتے ہیں، کوئل کوکتی ہے، چڑیا چہچہاتی ہیں، سانپ پھنکارتا ہے، انسان کے جذبات بھی بسا اوقات حرکات کے ذریعہ سے ادا ہوتے ہیں، مگر اس کے پاس جانوروں سے بڑھ کر ایک قوت ہے یعنی نطق وگویائی، اس لئے جب اس پر کوئی جذبہ طاری ہوتا ہے تو بے ساختہ اس کی زبان سے موزوں الفاظ نکلتے ہیں، اب الفاظ جتنے سادہ وشیریں ہوں گے، بندش صاف ہوگی اور طرز ادا میں جدت ہوگی، جزبات کا اظہار اتنا ہی مؤثر ہوگا، یہ الفاظ ہی ہیں جن کے جال بچھا کر مقرر سامعین کو جکڑنے کی کوشش کرتا ہے، سامعین اس کے جھوٹے سچے لفظوں کی بارش میں بھیگتے چلے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مقررین کو صحت تلفظ کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنا ذخیرۂ الفاظ بھی بڑھانا چاہئے، تاکہ انہیں کسی مقام پر اس طرح کے عجز بیان کا شکار نہ ہونا پڑے کہ

جو سوچتا ہوں وہی تجھ سے کہہ نہیں سکتا
میرے خیال کی قوت میری زبان میں نہیں

(۳) آواز کا اتار چڑھاؤ

جس طرح نشست وبرخاست اور آمد ورفت کے انداز میں تنوع اور تبدیلی خوشگوار ہوتی ہے اور ہم دیر تک کسی ایک حالت میں نہیں رہ سکتے، اسی طرح آواز میں بھی موضوع اور ذہنی کیفیت کے اعتبار سے تبدیلی ہونی چاہیے؛ آواز پر قدرت حاصل کرنا بڑا فن ہے۔

ہمیں چیخ کی طرح تیز اور دھیمی آواز دونوں سے بچنا چاہیے اور موضوع اور موقع محل کی مناسبت سے آواز میں تغیر پیدا کرتے رہنا چاہئے، وہ مصور جو محض ایک ہی رنگ کا استعمال کرتا ہے وہ بھی موقع محل کی مناسبت سے گہرا اور ہلکا رنگ دیکر تنوع پیدا کر دیتا ہے، غیر ترتیب یافتہ مقررین اپنے لئے ایک خاص سر چن لیتے ہیں اور اگر تنوع پیدا بھی کرتے ہیں تو مجمع کی کثرت یا مقام کی وسعت کی مناسبت سے دھیما بولتے یا زیادہ چیخنے لگتے ہیں، حالانکہ تقریر کا سنا جانا آواز کی بلندی پر نہیں، بلکہ اس کی وضاحت پر منحصر ہے۔

یاد رکھئے! ترنم تو وہبی چیز ہے اور اس کا نہ ہونا کوئی عیب نہیں؛ لیکن آواز کا تناسب اور اتار چڑھاؤ کسبی چیز ہے، ذرا سی توجہ سے سیکھی جاسکتی ہے اور اس کے نہ ہونے سے تقریر بے ہنگم چیخ دھاڑ میں تبدیل ہونے کے خطرے سے دو چار رہتی ہے، بعض مقرر کمزور اور پست آواز میں الفاظ کو ادا کرتے ہیں، اس سے گمان ہوتا ہے کہ جو وہ کہتے ہیں اسے خود بھی نہیں سمجھتے اور نہ دوسروں کو سمجھانا چاہتے ہیں۔

آواز میں حسبِ منشا تبدیلی پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آواز کے اتار چڑھاؤ کی مشق کی جائے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی عبارت لیکر پہلے اس کا مطالعہ کیا جائے پھر درج ذیل امور کا لحاظ رکھتے ہوئے زیر لب پڑھا جائے، بعد ازاں تیسرے مرحلے میں بلند آواز سے اس کی خواندگی کی جائے، وہ امور یہ ہیں! (۱) صحیح اور درست تلفظ (۲) موزوں اور عمدہ لب ولہجہ (۳) صحیح مقام پر سانس توڑنا (۴) ہلکے پھلکے جملوں پر اتار اور دھیمے پن جبکہ زوردار جملوں پر چڑھاؤ یا گونج وگرج کا اہتمام۔ (الخطابہ ص: ۱۲۰/ ۱۲۲)

اتار چڑھاؤ کا تجربہ کیسے؟

یہ تجربہ مختلف مقرروں کی تقریریں سننے سے حاصل ہوتا ہے کہ الفاظ کا زیر وبم کیا ہے؟ کس خیال کے ساتھ کون سا لفظ کس رنگ اور ترنگ سے بولا جاتا ہے؟ کہاں آواز اٹھائی جاتی ہے اور کہاں اسے دھیما کیا جاتا ہے؟

بعض لوگ اس خیال سے گلا پھاڑتے ہیں کہ شاید تقریر کا لہجہ یہی ہو، بعض گونج وگرج

کو زبان و بیان کا حسن سمجھتے ہیں، حالانکہ ان میں سے کوئی بھی چیز ہر لفظ اور ہر جملے کے ساتھ نہیں جچتی، یہ صحیح ہے کہ تقریر میں گونج اور گرج سے کام لیا جاتا ہے؛ لیکن کس موڑ پر یا کس مرحلہ میں؟

یہ جاننا بہت ضروری ہے، خطابت کی اصل جان سلاست اور ملائمت ہے؛ لیکن ملائمت سے مراد خنکی یا آہستگی نہیں، اس کا مطلب ہے کہ آپ جو کہہ رہے ہیں مٹھاس سے کہہ رہے ہیں وہ شور وغل نہیں، آواز کا مدوجزر ہے، تجربہ کار اور کہنہ مشق خطبا کی تقاریر کو کان لگا کر غور سے سنیں اور نوٹ کریں کہ وہ آواز کی بلندی وپستی کو الفاظ کی ادائیگی سے کیسے ہم آہنگ کرتے ہیں، رفتہ رفتہ آپ کی آواز میں رچاؤ اور صوتی تأثرات پیدا ہونا شروع ہوئیں گے۔

تقریر ایسی ہو کہ جو ہو جوش وجذبہ کی اسیر
گاہ مدھم گاہ پورے جوش پر اور گاہ جذبوں کی سفیر

(۴) سلاست

سلاست معناً نصف خطابت ہے، اس کے معنی نہ تو الفاظ کی بوچھار کے ہیں اور نہ صوتی گونج گرج کے، سلاست کے معنی ہیں روانی؛ لیکن روانی کے معنی نہ تو لب ولہجہ کی سیلابی وطغیانی کیفیت کے ہیں اور نہ صوتی آبشار یا آواز کی تیغ زنی کے اس کا مطلب ہے کہ جو کچھ کہنا ہے بغیر کسی اٹکاؤ کے کہیں اور الفاظ اس طرح ایک دوسرے سے پیوست ہو کر نکلیں جس طرح ہار میں پروئے موتی یا پھر عروسی جوڑا جو گوٹا کناری کی تزئین سے مرصع ہوتا ہے، اسی طرح سلاست کے باعث ایک جامع تقریر اس طرح کھلتی چلی جاتی ہے کہ اس کے جملے دل میں تر و تازہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

فی الجملہ سلاست صبا کی موج ہے جو الفاظ کے غنچے چٹخاتی اور معانی کے پھول کھلاتی ہے، سلاست ہی میں نرم، آسان اور ہموار خطابت کے جوہر ہیں، اسی طرح حاضر جوابی، حاضر کلامی، برجستہ گوئی اور دوٹوک لہجہ سلاست کا جھومر ہیں؛ لیکن طوفانی لہجہ اور طغیانی اسلوب کسی حال میں بھی سلاست کا حصہ نہیں، الفاظ کی بھرمار اور فقروں کی یلغار سے

خطابت بھڑکتی یا بہہ جاتی ہے، خطابت زندگی کی طرح سلگتے رہنے کی نرم وگرم آنچ کا نام ہے، غالب کے الفاظ میں سلاست اس شعر کا مصداق ہے۔ ع

دیکھئے تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا، میں نے یہ سمجھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے۔

حاصل کلام: زبان کا وہ لٹکا ہے جس سے طبیعت مسرور ہوتی ہے۔ (فن خطابت ص:۴۶)

سلاست کیونکر پیدا ہو؟

یہ سوال کہ سلاست کس طرح پیدا ہو؟ تو یہ مشکل نہیں، آپ کی آواز بے عیب ہے اس میں کوئی نقص نہیں، تو زبان کی لہروں پر قابو پائے، خزانۂ الفاظ بڑھاتے رہیے، افکار ومطالب کو وسیع کرتے جایئے اور تلفظ کی صحت کے ساتھ بول چال کا ملکہ پیدا کیجئے، نتیجتاً سلاست بڑھے گی، قوت متخیلہ کو راہ ملے گی اور اظہار و بیان میں صحت وتوازن پیدا ہوں گے، دراصل روانی سے مراد ہے اظہار خیال کے وقت زبان سے مناسب الفاظ کا بے تکلف ادا ہونا اور یہ صفت اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب ہمارے پاس الفاظ کا وسیع ذخیرہ موجود ہو اور ہم ان کے بے تکلف استعمال پر قادر ہوں، خطابت کی کامیابی کے لئے یہ بڑی ضروری اور اصولی شرط ہے، کیونکہ خیالات کو روانی وتسلسل کے ساتھ ظاہر کرنا لوگوں کو فوراً اپنی طرف متوجہ کرلیتا ہے۔

وہ مقرر جو رک رک کر تقریر کرتا ہو اس کے متعلق یہ خیال پیدا ہوجاتا ہے کہ اس کے پاس یا تو کوئی معقول بات کہنے کو نہیں یا یہ کہ مناسب الفاظ کی کمی ہے اور ان دونوں باتوں سے لوگوں کی توجہ مقرر کی طرف سے ہٹ جاتی ہے۔

سہولت اور بے ساختگی کے ساتھ اپنے مطلب کو ادا کرسکنا الفاظ کے مسلسل استعمال ہی کا نتیجہ ہے، جوں جوں الفاظ کے استعمال پر قدرت پڑھتی جائیگی تقریر میں بھی سہولت اور بے ساختگی پیدا ہوتی جائیگی۔

الفاظ کا بے تکلف استعمال کلیتاً مشق پر منحصر ہے اور یہ بات مسلسل مشق سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔

❁❁❁

تقریر کی خوبیاں

(۱) فصاحت و بلاغت

اظہار و بیان کی دنیا میں فصاحت و بلاغت کا عمل و دخل نہایت واضح ہے، بلاغت عربی زبا کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں موقع کے مطابق برمحل اور واضح گفتگو، بلاغت تقریر کی جان ہوتی ہے، تقاریر کی کامیابی کا انحصار اسی پر ہوتا ہے، تقریر کو مبہم قسم کی تبلیغ نہ بننے دیں، ہمیشہ تقاضائے حال کے مطابق صاف اور واضح گفتگو کریں جو دل سے نکلے اور دل میں اتر جائے، جو مقررین اپنے سامعین کی تعلیم، عمر اور قابلیت وغیرہ کو ذہن میں رکھ کر بات نہیں کرتے، وہ اکثر ناکام ہوتے ہیں، تقریر کو کبھی بھی معمّی اور پہیلی نہ بنایا جائے، مولانا جوہر نے کیا خوب بات کہی ہے، ع

دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''نہایۃ الایجاز فی درایۃ الاعجاز'' میں بلاغت کی تعریف یوں کی ہے، بلاغت یہ ہے کہ آدمی عبارت کے ذریعہ اس باریکی تک پہنچ جائے جو اس کے دل میں ہو اور اس کے ساتھ ہی خلجان پیدا کرنے والے اختصار اور اکتاہٹ پیدا کرنے والی طوالت سے عبارت کو بچائے اور فصاحت یہ ہے کہ عبارت، تعقید (الفاظ کا اپنے اصل مقام سے آگے پیچھے ہو جانا) سے خالی ہو۔

فصاحت الفاظ میں بھی ہوتی ہے اور کلام میں بھی، الفاظ کی فصاحت یہ ہے کہ لفظ میں جو حروف آئیں ان میں تنافر نہ ہو، الفاظ نامانوس و ناموزوں نہ ہوں، کلام کی فصاحت میں صرف لفظ کا فصیح ہونا ہی کافی نہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ وہ ترکیب میں آئے، ان کی ساخت ہئیت وغیرہ کے ساتھ اس کو خاص تناسب اور توازن ہو، تنافر اور تعقید سے پاک ہو۔

فصاحت و بلاغت ایک اعتبار سے جڑواں اوصاف ہیں، کلام اس وقت تک بلیغ نہیں

ہوسکتا جب تک کہ فصیح نہ ہو، اردو زبان میں فصاحت و بلاغت کا معیار جداگانہ ہے، یہاں دوسری زبانوں کے الفاظ کے استعمال اور ان کے صحیح یا غلط ہونے کے اصول بھی علیحدہ ہیں، جب تک کوئی ان اصولوں پر نظر نہ رکھے وہ اردو کی مزاج شناسی اور اسے صحیح طور پر برتنے کا دعویٰ نہیں کرسکتا ہے، اردو کے اصولوں کی مزاج شناسی اور اسے صحیح طور پر برتنے کے لئے قواعدِ اردو کا مطالعہ کیجئے۔

(۲) اسلوبِ بیان!

اس خصوصیت کا نام ہے جو مقرر و خطیب اپنے لئے خاص کر لیتے یا ان کے لئے خاصی ہو جس طرح مختلف اشعار کی پہنچان سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شاعر کا ہے یا فلاں شاعر کے انداز میں ہے، بالکل اسی طرح اسلوبِ بیان کسی بھی مقرر کی وہ انفرادیت ہے جو اسے دوسرے مقررین سے الگ کرتی ہے، اسلوب دراصل فکر و معانی اور ہیئت وصورت کے امتزاج سے پیدا ہوتا ہے، اکثر ماہرین کے مطابق اسلوبِ بیان مواد سے بھی زیادہ اہم ہوتا ہے، ایک اچھا اسلوب بیان کمتر مواد کو بھی بڑا دلچسپ بنا دیتا ہے، مدارس و جامعات کے مقابلوں میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہمیشہ بہترین مواد والے مقررین انعام نہیں پاتے، بلکہ جو مقرر معیاری مواد کو ترتیب دے کر اچھے اسلوب سے پیش کرتا ہے، میدان اکثر اسی کے ہاتھ رہتا ہے۔ (الخطابہ ۱۰۶/۱۰۸)

(۳) شعری چاشنی!

مقابلے کی تقاریر میں کامیابی کے لئے شعریت بہت ضروری ہے، نگینے کی طرح جڑے ہوئے خوبصورت فقرات اور اشعار تقریر کے حسن میں نکھار پیدا کر دیتے ہیں، برمحل اشعار جن کا اصل مضمون سے گہرا تعلق ہو تقریر کو سحر آفریں بنا دیتے ہیں۔

لطف بڑھ جاتا ہے اقبال شعر گوئی کا
شعر نکلے جو صدفِ دل سے گہر کی صورت

انسان فطرتاً شعر و شاعری کو پسند کرتا ہے، وہ عالم نشاط و انبساط میں زیر لب شعر پڑھتا ہے، تقریر میں برمحل اور بامعنی شعر وہ حسن پیدا کرتا ہے جو خوبصورت موتی مناسب جگہ پر ٹانکا جائے۔

شرط یہ ہے کہ آپ کو مناسب جگہ ٹانکنے کا گُر آتا ہو، اس سلسلے میں ایک بات کا خیال رہے کہ کسی شعر کا بہت زیادہ استعمال بھی مقرر کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے، اسی طرح بعض ایسے اشعار ہوتے ہیں کہ باوجود بہت لاجواب ہونے کے زبان زدِ ہر خاص وعام ہوکر اپنا اثر کھو بیٹھتے ہیں، مثلاً:

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے

یا

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یا

آستم گر ہنر آزمائیں ❁ تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

یہ بلاشبہ لافانی اشعار ہیں، مگر مقابلے کی تقاریر میں ایسے اشعار سے ہرگز کام نہیں چلتا، اشعار کے بارے میں ایک یہ احتیاط بھی ضروری ہے کہ آپ تقریر میں ایسے مناسب اشعار استعمال کریں جن کے بارے میں آپ کو اطمینان ہو کہ دیگر مقررین ان اشعار کو استعمال نہیں کریں گے، اس لئے کہ تتلیاں بھی اتنا احساس رکھتی ہیں کہ وہ ہمیشہ شگفتہ اور تروتازہ پھولوں پر بیٹھتی ہیں۔ (بیان کو کیسے مفید بنائیں ص:۶)

طالب علم مقررین کے لئے ضروری ہے کہ اگر کسی تقریری مقابلہ کے دوران ان سے پہلے تقریر کرنے والے مقرر نے کوئی ایسا شعر پڑھا ہے جو ان کی تقریر میں شامل ہے تو کوشش کریں کہ فوراً اس شعر کو کسی دوسرے مناسب شعر سے بدل دیں، کائی جمے ہوئے حوض کی تہہ سے برآمد ہونے والے ازکار رفتہ سکّے آپ کے کام نہ آئیں گے، بہرحال یہ وسعت مطالعہ کی بات ہے۔

(۴) بشاشت طبع!

طبیعت کھلی ہو تو خیالات خود بخود امڈتے چلے آتے ہیں اور سلاست میں بادصبا کا

خرام آجاتا ہے،طبیعت منغّض ہوتو دماغ معطل اوردل منقبض ہوجاتا ہے، اس حالت میں سلاست منجمد ہوجاتی ہے،سامعین قہقہے چھینکتے یا جمائیاں لینے لگتے ہیں، یہ حال ہوتو مقرر کا تقریر کرنے سے تقریر نہ کرنا بہتر ہے، کیونکہ تقریر الفاظ کا ڈنٹر پیلنے کا نام نہیں اور نہ لہجہ کی تھکاوٹ خطابت کے لئے سازگار ہے،تقریر کے لئے پہلی چیز مقرر کی بشاشت ہے اور بشاشت کا مطلب ہے دماغ ودل کی طراوٹ،ایک مسرور ومطمئن مقرر ہی عوام سے خطاب کرنے کا حوصلہ کرسکتا اوراس پر قادر ہوتا ہے،جس مقرر کی طبیعت شگفتہ نہ ہواوراس نے اپنے وجود پر ایک مصنوعی سنجیدگی طاری کررکھی ہو،وہ عوام سے مخاطبت کے باوجود نہ تو خطابت کی رنگارنگی قائم کرسکتا ہے اور نہ آواز وبیان سے تأثر پیدا کرسکتا ہے۔

(۵) جذبات میں اعتدال

ایسے موقعوں پر جہاں مضمون کے اعتبار سے پرجوش انداز یا تقریر میں خود بخود گرمی پیدا ہوتی ہوتو مقرر کو اعتدال سے تجاوز نہ کرنا چاہئے، یہ درست ہے کہ بغیر جوش کے تقریر بے کیف ہوتی ہے؛لیکن یہ بے کیفی غیر معمولی جوش کے اظہار سے بھی پیدا ہوسکتی ہے،مقرر کو جلد جوش میں نہ آنا چاہئے نہ اعتدال کا دامن چھوڑنا چاہیے، بلکہ اس کے جوش میں آہستہ آہستہ اضافہ ہونا چاہئے اور جوش کے نکتۂ عروج پر پہنچ کر بھی اعتدال کی رکابوں میں اس کے پاؤں مضبوطی سے جمے رہنا چاہیے ورنہ سامعین پر سے اس کی گرفت جاتی رہے گی۔(رہنمائے خطابت ص:۶۱)

تقریر کی خامیاں

(۱) بے معنی تکرار

کسی لفظ، معنی یا مطلب کی بے جا تکرار سامعین کو بہت ناگوار ہوتی ہے اور بسا اوقات یہ مضحکہ خیزی کا باعث ہو جاتی ہے، جہاں بات میں وزن اور زور پیدا کرنا ہو، وہاں الفاظ اور فقرات کی تکرار سے گریز کریں اس کے لئے اپنے ذخیرۂ الفاظ سے کام لیں اور مترادفات کی فہرست کو استعمال کریں، مثلاً اگر آپ کسی شخصیت کو عام لوگوں سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل اقتباس پر غور کیجئے، کیسا خوبصورت تبصرہ کیا گیا ہے، مگر کسی لفظ یا جملے کی تکرار نہیں۔

''وہ صاحب کردار ہم صاحب گفتار، وہ مینارۂ نور ہم آگہی سے دور، وہ پابندی صوم وصلوۃ ہم گرفتار جمالیات، وہ پابند رکوع وسجود ہم فریفتۂ رنگ ونور، وہ مدح خواں رب جلیل ہم اسیر گیسوئے جمیل اور نگاہوں کے قتیل، وہ راستی کی کہکشاں اور عزیمت واستقامت کے کوہ گراں ہم کھلنڈرے، لاپرواہ اور لاابالی نوجواں، اللہ اللہ! وہ کہاں ہم کہاں؟ ان کی سیرت کو قید حروف میں محبوس کرنا برف پر کمادا گانے کے مترادف ہے''

الفاظ کا ذخیرہ خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو، خیالات بہر حال ان گنت ہوتے ہیں اور لفظ اکثر ہار ہار کر بیٹھ جاتے ہیں، اسی لئے ادیبوں اور خطیبوں کو بار بار تشبیہات اور استعارات سے کام لینا پڑتا ہے، تکرار سے بچ جاتے ہیں اور خوبصورتی بھی پیدا ہوتی ہے

(۲) مشکل پسندی

جب آپ عوام سے مخاطب ہیں تو آپ پر لازم ہے کہ بوجھل وپیچیدہ، ادق، نامانوس اور غیر معروف الفاظ سے پرہیز کریں اور یہ چیز ذہن میں رکھیں کہ دور از کار استعارے، پیچ وخم میں لتھڑی ہوئی تشبیہیں، معمہ نما رَمزیں، ملفوف کنائے اور مبہم محاورے عوام کے لئے

پہیلیاں ہیں، ان سے مجمع من حیث الکل مستفید نہیں ہوتا اور نہ آپ ان کی معرفت عوام کے ذہنوں میں مطلوبہ پیغام اتار سکتے ہیں۔

(۳) احساس برتری یا کمتری

بعض مقرروں میں شعوری یا غیر شعوری طور پر یہ نقص ہوتا ہے کہ جس موضوع پر جلسہ ہو رہا ہے، وہ اس کے متعلق سب کچھ کہہ دینا چاہتے ہیں اور ساتھی مقرروں کے لئے شعوری یا غیر شعوری طور پر کچھ چھوڑنا نہیں چاہتے یا کچھ مقرر اپنے سے بہتر مقرروں کی موجودگی سے مرعوب ہوکر احساس کمتری کا شکار ہوجاتے ہیں، یہ دونوں چیزیں غلط ہیں، اپنے حدود میں رہیے عوام کے لئے بار نہ بنئے، وہ دوسرے مقرروں کو بھی سننا چاہتے ہیں، جب ایک جلسہ میں کئی مقرر ہوں تو مجمع فرد واحد کے لئے نہیں، سب کے لئے ہوتا ہے اور ان سب کے نام پر اکٹھا ہوا ہے، اس حقیقت کو جھٹلانا درست نہیں، اسی باعث بسا اوقات مجمع میں رنگا رنگ آوازیں اٹھنے لگتی ہیں اور سامعین ایک کی کاٹ پر دوسرے کا مطالبہ کرتے ہیں، سب سے اچھا مقرر وہی ہے جو ایجاز واختصار میں صناعی ودلکشی قائم رکھے، عوام کے چہرے پر بے زاری کی شکن پیدا نہ ہونے دے اور وہ کسی موڑ پر تھکاوٹ کا شکار نہ ہوں، سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ مجمع آپ کے ساتھ کب تک چلتا ہے؟ اور یہی ایک فن ہے جس سے خطابت کا سحر معلوم ہوتا اور اس کی تاثیر کے درجۂ حرارت سے آگاہی ہوتی ہے، یہ چیز مشکل نہیں، ہر مقرر معلوم کرسکتا ہے کہ لوگ اس کی آواز سے کہاں تک پیوست ہیں اور اس کے اثرات ان کے دل ودماغ پر کیا ہیں؟ ایک مقرر کے لئے عوام کی نگاہیں اور چہرے اس کا مقیاس ہوتے ہیں کہ وہ عوام میں کیا تأثر پیدا کر رہا ہے اور اس تأثر کی رفتار کیا ہے؟ (تلخیص الخطابہ ص:۹۰)

(۴) غیر معتدل جذباتیت

دورانِ گفتگو اس بات کا لحاظ رکھیں کہ بات بات میں جھنجھلاپن اور تیکھاپن کا ظہور نہ ہو اور نہ باتوں کی روانی میں جذباتی طور پر آداب مجلس کے حدود سے آگے بڑھ جائیں، کیونکہ مشاہدہ یہ بتلاتا ہے کہ عام طور پر جذباتی باتیں کہنے والا وقتی طور پر مجمعِ عام کو مسحور تو کردیتا

ہے اور تمام مجمع کو اپنا ہمنوا بنالیتا ہے، مگر یہ ایک وقتی چیز ہوتی ہے جس میں پائیداری نہیں ہوتی، اس کی مثال اس بادل کی ہے، جو ایک سمت سے گرجتا اور چمکتا ہوا آیا اور اسی طرح گرجتا چمکتا ہوا ہواؤں کی لپیٹ میں ادھر سے اُدھر چلا گیا، مگر جو بادل گرجتا اور چمکتا کم ہے وہ زیادہ برستا ہے، وہ کھیتوں اور باغات کے لئے مفید اور کارآمد ثابت ہوتا ہے، لوگوں کو اسی سے فیض حاصل ہوتا ہے اور اس سے راحت وخوشی محسوس ہوتی ہے، بالکل یہی حال ان مقررین کا ہے جو جذباتی باتیں کرتے ہیں، وقتی طور پر وہ کچھ مفید اور مؤثر ثابت ہوتے ہیں، مگر جہاں وقت ختم ہوا، انکی مارکیٹ میں کچھ قیمت نہیں رہ جاتی، ایسے بہت سے مقررین آج بھی موجود ہیں جو برساتی مینڈک اور پانی کے بلبلے کی مانند ثابت ہو رہے ہیں۔

ایک وقت میں اپنی آواز ہندوستان کے کونے کونے میں پہنچاتے ہیں، مگر وقت نکل جانے کے بعد ان کو کوئی گھاس ڈالنے والا نہیں ہوتا۔ ع

پھرتے ہیں میرؔ خوار کوئی پوچھتا نہیں

اس کے برعکس وہ مقررین اور خطبا جو اعتدال اور توازن کی راہ اپنائے ہوئے ہیں اور اسی راہ پر گامزن ہیں، ان کا ایک خاص مقام ومرتبہ ہے، ان کی قیمت اور ویلو ہے وہ اچھی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں، ان کا قدم قدم پر شاندار اور پرزور استقبال ہوتا ہے، وہ اپنی جادو بیانی کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بن جاتے ہیں، یقیناً ایسے مقررین اور واعظین سے لوگوں کو فیض حاصل ہوتا ہے اور ان کو روحانی فائدہ پہنچتا ہے۔

❁❁❁

کامیاب تقریر کی چار صفات

وعظ یا خطابت میں چار صفات ایسی ہیں جو کامیابی کی ضامن ہیں، عموماً ان سے بے توجہی کی جاتی ہے اور ان کی مشق کر کے انہیں اپنائے بغیر کوشش کی جاتی ہے کہ چیخنے چنگھاڑنے، گلا پھاڑنے، ہوا میں مکا بازی کرنے، ڈائس کو پیٹنے یا اسٹیج کو لرزانے کے ذریعہ کامیاب مقرر بنا جائے، آپ کوشش کیجئے کہ ان چار باتوں کو سمجھ کر اس طرح سے اپنی گفتگو میں سموئیں کہ آپ کی عادت ثانیہ اور طبعی مزاج بن جائیں، ایسا ہو جائے تو یقین کیجئے کہ کامیابی آپ سے دور نہیں۔

(۱) صحت تلفظ و ادا

ہر لفظ کا صحیح تلفظ سیکھئے اور ہر فقرے کو اس کے صحیح طرز سے ادا کیجئے، آپ کی گفتگو میں ایک رچاؤ اور جماؤ خود بخود پیدا ہو جائے گا جو سماعت کو نہایت بھلا لگے گا، الفاظ کا صحیح تلفظ لغت کی کتابیں دیکھنے اور اہل علم کی صحبتوں میں ان کی گفتگو سننے سے آتا ہے۔

(۲) صوتی تأثرات

ہر لفظ یا فقرے کو اس کے معنی کی وضاحت اور اس کے حقیقی تأثر کا لحاظ رکھ کر بولنا چاہیے، اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ آواز کہاں بلند کرنی ہے کہاں پست؟ کہاں دھیمی رکھنی ہے اور کہاں اس میں گونج اور گرج سمونی ضروری ہے؟ کون سا جملہ اٹھان کا تقاضا کرتا ہے، کون سا زور دے کر بولنے کا اور کون سا ملائمت و ملاطفت کا؟ اس بات پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ کہاں رکنا ہے، کہاں نہیں رکنا اور کہاں کم رکنا ہے؟ ان سب تقاضوں کو سمجھنے اور آواز کے نشیب و فراز کو الفاظ و جملوں کے معنی و تأثر کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کا گر سیکھنے کی اشد حاجت و ضرورت ہے، یہ بہت اہم چیز ہے، ایک ہی جملے سے صوتی تأثر کے ذریعے الگ الگ معنی پیدا کئے جا سکتے ہیں اور اسے مختلف مفاہیم میں ادا کیا

جاسکتا ہے۔

آواز میں صوتی تأثرات پیدا کرنے کی مشق کے دو طریقے ہیں:

(۱) مشہور خطبا اور خبر خوانوں کو کان لگا کر سنیے کہ وہ آواز کے اتار چڑھاؤ کے ذریعہ صوتی تأثرات کیسے پیدا کرتے ہیں؟

(۲) ان چار چیزوں کا اہتمام کرتے ہوئے کسی عبارت کو پہلے زیر لب تو لیئے اور پھر بلند آواز سے پڑھئے!

(۱) صحیح تلفظ (۲) موزوں لب ولہجہ (۳) صحیح جگہ پر لمحہ بھر رکنا یا پورا سانس توڑنا (۴) اتار چڑھاؤ کا اہتمام کرنا یعنی عام اور ہلکے پھلکے جملوں پر آواز کو دھیما یا نارمل رکھنا اور زوردار جملوں پر اس میں زور یا گونج وگرج پیدا کرنا۔

(۳) چہرے کے احساسات

جو لفظ آپ زبان سے کہہ رہے ہیں اس میں حقیقی صوتی تأثر موجود ہونا ہی کافی نہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی ادائیگی کے وقت آپ کے چہرے کے تأثرات واحساسات اس کے معنی سے مناسبت رکھتے ہوں، جملہ استعجابیہ میں چہرے پر حیرت واستعجاب کی واضح پرچھائیں ہو، چیلنج دیتے وقت وہ جوش وجذبے سے تمتمارہا ہو، المیہ واقعہ سناتے وقت حزن وغم کے جذبات کا استعارہ ہو، لطیفہ یا چٹکلہ بیان کرتے وقت سراپا خندہ ہو اور سنجیدہ گفتگو کے دوران اس سے وقار ومتانت اور عام احوال میں بشاشت ولطافت نمایاں ہورہی ہو، اگر خود خطیب کا چہرہ بے حسی اور مردنی کا شکار ہے اور اس کی گفتگو کا ساتھ نہیں دے رہا ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے الفاظ اس پر اثر نہیں کررہے ہیں، ایسی صورت حال میں سامعین سے کیا توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ خطابت سے مطلوبہ اثر لے رہے ہوں گے؟؟؟

(۴) جسم کی حرکات وسکنات!

اعضاء کی زبان خطیب کو تقریر کے دوران بہت سے کام دیتی ہے اور اس کا ایسا ہتھیار ہے کہ جو آزمودہ بھی ہے، کارگر بھی اور ناگزیر بھی، خطیب جو کچھ زبان سے کہہ رہا ہے، اگر

اس میں صوتی تاثر پیدا کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے تو اس کی گفتگو سحر انگیز ہوسکتی ہے، اگر چہرے کے احساسات بھی اس کے موافق ہیں تو یہ دو آتشہ ہے اور اگر جسم کی حرکات وسکنات کو گفتگو سے ہم آہنگ کرنے کا فن بھی اسے آتا ہے تو یقین کیجئے کہ وہ میدان مار چکا ہے، اس کے لئے درج ذیل ہدایات کو ملحوظ رکھئے۔

(۱) ہر قسم کی حرکات وسکنات بالکل فطری انداز میں ہونا چاہیئے۔

(۲) زیادہ تر ہاتھوں کو استعمال کریں لیکن سر اور چہرے کی حرکات سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔

(۳) کسی بات سے نفرت کا اظہار کرنے کے لئے ہاتھوں کو سامنے لائیں اس انداز میں کہ ہتھیلیاں باہر کی جانب ہوں۔

(۴) کسی دعوے کے لئے ہتھیلیاں کھول کر باز و لہرائیں۔

(۵) رنج یا غصہ کے اظہار کے لئے ہاتھوں کو مصافحہ کے انداز میں سامنے باندھ لیں۔

(۶) متنبہ کرتے ہوئے دونوں ہاتھ سامنے بلندی کی طرف اٹھائیں اس طرح کہ ہتھیلیاں سامعین کی طرف ہوں۔

(۷) انگشت شہادت سے اشارہ کے ذریعے بہت سے کام لئے جاسکتے ہیں مثلاً دلیل دیتے ہوئے انگشت شہادت سے سامنے کی طرف اشارہ کریں، جب آپ یہ کہہ رہے ہوں کہ ''یہ اصول غلط ثابت ہو چکا ہے'' اس وقت یوں اشارہ کریں جیسے یہ اصول مجسم آپ کے سامنے کھڑا ہو اور آپ اس پر خط تنسیخ پھیر رہے ہیں، اسی طرح الزام لگاتے وقت یا چیلنج دیتے وقت اس انگلی کا اشارہ بہت موزوں ہے۔

(۸) جب آپ تعاون کی اپیل کر رہے ہوں تو اپنا ہاتھ اس انداز میں آگے بڑھائیں جیسے آپ کچھ وصول کر رہے ہوں، ہتھیلی اس صورت میں اوپر کی طرف ہونا چاہیے۔

(۹) جذبات اور عزم کے اظہار کا ایک اہم طریقہ بند مٹھی یا مکا ہوا میں لہرانا ہے۔

(۱۰) اور جب دو چیزوں کو یک جان و یک قالب ظاہر کر رہے ہوں یا اتحاد و اتفاق کی ترغیب دے رہے ہوں تو دونوں ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال کر انہیں یک جہتی اور بیان مرصوص کی بولتی تصویر بنادیں۔ (رہنمائے خطابت ۸۵)

تقریر کے اصول

عصر حاضر میں جہاں دوسرے علوم وفنون کا سائنسی مطالعہ کیا گیا ہے وہاں فن تقریر کے سائنسی تجربہ اور مطالعہ کی طرف بھی پوری توجہ دی گئی ہے، چنانچہ گفتگو اور تقریر کے فن پر مستقل تصنیفات کی گئی ہیں، اچھی تقریر کے متعلق ذیل کی باتوں پر تقریباً سبھی مصنفین متفق نظر آتے ہیں، اس لئے انہیں ''تقریر کے بنیادی اصول'' کہا جاسکتا ہے۔

بھرپور تیاری

(۱) تقریر کرنے سے پہلے اس کی تیاری پر خوب محنت کرنی چاہیے، اس سلسلے میں پہلا مرحلہ غور وخوض کا ہے، جتنا اہم موضوع ہوگا اتنا ہی زیادہ اس پر غور وخوض ہونا چاہیے۔

(۲) متعلقہ مواد کا تفصیلی مطالعہ نہایت ضروری ہے اور اس تفصیلی مطالعہ میں ابتدائی کتابوں سے لیکر انسائیکلو پیڈیا تک سے کام لینا چاہیے۔

(۳) اس کے بعد بہترین خیالات کا انتخاب کرنا چاہیے، کیونکہ جتنا کچھ پڑھا گیا وہ سب تو ایک تقریر کے اندر سما نہیں سکتا، خیالات کا عمدہ انتخاب تقریر کی عمدگی کا ضامن ہے۔

(۴) اچھی تقریر کے لئے تقریر کا خاکہ تیار کرنا ضروری ہے، جس طرح کوئی عقل مند معمار نقشے کے بغیر مکان تعمیر کرنے کا ارادہ نہیں کرتا اسی طرح کوئی اچھا مقرر تقریر کا خاکہ تیار کئے بغیر تقریر کا ارادہ نہیں کرتا۔

انداز خطاب

(۱) تقریر کے انداز میں تصنع نہ ہو، قدرتی اور بے تکلفانہ انداز اختیار کیا جائے، تقریر میں گفتگو کا فطری انداز سامعین کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور مقرر وسامعین کے درمیان خوشگوار رابطے کا کام دیتا ہے۔

(۲) تقریر کے لئے موزوں تیاری ضروری ہے؛ لیکن تحریری نوٹ لیکر انکی مدد سے

تقریر کو آگے چلانے کی کوشش عام طور پر خوشگوار نتائج پیدا نہیں کرتی، اگر ان کو خوبی اور چابکدستی سے استعمال نہ کیا جائے تو یہ نوٹ مقرر اور سامعین کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں اور ان کا ذہنی رابطہ قائم نہیں رہتا۔

(۳) ہاتھ کے اشاروں، چہرے کے تأثرات، سر اور آنکھوں کی حرکات سے تقریر میں اثر بڑھتا ہے؛ لیکن حرکات وسکنات قدرتی ہونی چاہئیں، اگر ان میں اداکاری کا بناوٹی رنگ آجائے تو سامعین مقرر کا مذاق اڑانا شروع کر دیتے ہیں۔

(۴) آواز نہ اتنی بلند ہو کہ مقرر چیختا چلاتا سنائی دے اور نہ اتنی دھیمی کہ تمام سامعین تک بخوبی پہنچ ہی نہ سکے۔

تقریر کی صحیح تیاری کا طریقہ

(۱) اساتذہ اور اہل ذوق حضرات کی مدد سے کتابوں کا انتخاب، انسائیکلو پیڈیا اور انٹرنیٹ وغیرہ سے معلومات کا حصول۔

(۲) متعلقہ مواد کا گہرا مطالعہ اور گہرا غور وخوض۔

(۳) بہترین خیالات کا انتخاب ایک سو خیالات جمع کریں ان میں سے نوے خیالات ضائع کردیں، مواد اور مقررہ وقت کے باہمی تناسب کا خیال رکھیں۔

(۴) ایک دانشور کا قول ہے ''الفاظ کے پیچھے مت بھاگو، بلکہ خیالات کو تلاش کرو، جب خیالات کا ہجوم ہوگا تو الفاظ خود بخود چلے آئیں گے''

انداز خطاب کی خوبیاں

(۱) اندازِ بیان دل نشیں اور دلچسپ ہونا چاہیے،

(۲) انداز تقریر اور لہجہ فطری ہونا چاہئے یہ محسوس نہ ہو کہ آپ نے رٹا لگا کر تیاری کی ہے۔

(۳) تقریر کے وقت آپ کو تازہ دم، خوش لباس اور باوقار ہونا چاہیے، اگر تقریر سے پہلے سامعین کے سامنے بیٹھنا ہو تو کرسی پر باوقار انداز میں تن کر بیٹھیں۔

(۴) اپنے بیان میں اپنی انفرادیت سمو دیں، ایک عام بات اور ایک عظیم بات میں یہی فرق ہے۔

(۵) تقریر میں مزاح کا عنصر موزوں حد تک ہونا چاہیے، مکمل مسخرا پن اس کی افادیت کھو دیتا ہے۔

(۶) تقریر کا اختتام بالکل اچانک اور غیر متوقع نہیں ہونا چاہیے، اشعار پر تقریر ختم کرنا بہت بہتر ہوتا ہے۔

(۷) آخر میں کہی ہوئی بات زیادہ دیر تک یاد رہتی ہے، بہتر یہ ہے کہ نقطۂ عروج پر تقریر ختم کریں۔

تقریر کو مؤثر کیسے بنایا جاتا ہے؟

یہاں تقریر کی تیاری سے لے کر اختتام تک کے مختلف مراحل کے دوران کام آنے والے چند ایسی باتیں لکھی جاتی ہیں جن سے تقریر میں جان اور تاثیر پیدا ہوتی ہے:

غور وفکر اور جذبات

پہلی چیز گہرا غور وفکر اور پھر حاصلِ فکر میں جاندار جذبات کی آمیزش ہے۔

غور وفکر

غور وفکر ایسی چیز ہے جو تقریر کو مؤثر بنانے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے، اس کے درج ذیل مراحل ہوتے ہیں:

(۱) مسئلہ کا واضح تصور۔
(۲) اسکی صحیح نوعیت اور اہمیت کا ادراک۔
(۳) ماحول اور معاشرہ سے اس کے تعلق کا تعین۔
(۴) مسئلہ کا صحیح حل۔

جذبات کی تاثیر

انسان صرف عقل اور فکر سے کام نہیں لیتا، زیادہ تر جذباتی عمل اور ردِ عمل انسانی کردار پر اثر انداز ہوتے ہیں، مقرر کو جذبات سے مناسب انداز میں اپیل کرنی چاہیے، لازم ہے کہ مقرر خود اپنے موضوع کے بارے میں صادقانہ جذبات رکھتا ہو، ورنہ وہ سامعین کے جذبات میں تلاطم پیدا نہ کر سکے گا۔ (بیان کو کیسے مفید بنائیں ص:۹)

❁❁❁

اسٹیج کے آداب

اسٹیج پر آتے ہی سامعین سے فوری طور پر رابطہ قائم کر لینا چاہیے، یوں محسوس ہو کہ آپ ان سے ذاتی طور پر مخاطب ہیں، اسٹیج پر سیدھے، باوقار؛ لیکن پرسکون طریقے سے پوری طرح چاق و چوبند کھڑے ہوں۔

ہاتھوں کو جیبوں میں نہ ڈالیں، سینے پر نہ باندھیں اور نہ ہی کولہوں پر رکھیں، اسٹیج کے علاوہ بھی اچھے انداز میں نشست و برخاست اپنی عادت ثانیہ بنالیں۔

اسٹیج پر آنا بھی باوقار طریقہ سے چاہیے اور جانا بھی اسی طریقہ سے چاہیے، تاکہ پہلا اور آخری تأثر اچھا ہو۔

تجربہ اور مشق

ایک اچھا مقرر بننے کے لئے مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ تجربہ اور مشق کی بھی بہت ضرورت ہے، تجربہ تو ایسی چیز نہیں ہے جو کام کیے بغیر حاصل ہو جائے، وہ تو اسی وقت حاصل ہوگا جب داعی دعوت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے گا، جب مقرر مختلف قسم کی محفلوں میں جاجا کر بیانات کرے گا، کہیں کامیاب ہوگا اور کہیں ناکام، کسی جگہ اس پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کئے جائیں گے اور کہیں ملامت کا ہار اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

مشق البتہ ایسی چیز ہے جو پہلے سے کی جاسکتی ہے اور کی جانی چاہیے۔

آیئے! ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ مقرر کو کس چیز کی مشق کرنی چاہیے، سب سے پہلے اس چال کی مشق کرنی چاہیے، جس چال سے مقرر کو جلسہ گاہ کے اندر جانا چاہیے۔

(۱) بے خوفی اور بے باکی کے ساتھ بلا کسی قسم کے تصنع کے اظہار کے اسٹیج پر کھڑے ہونے کی مشق ہونی چاہیے۔

(۲) اچھی صاف اور بلند آواز میں گفتگو کی مشق ہونی چاہیے۔

(۳) حسب ضرورت چہرہ پر غم، خوشی، غصہ، نفرت اور جوش وغیرہ کی علامت پیدا کرنے کی مشق ہونی چاہیے۔

(۴) تقریر میں زور اور گرمی پیدا کرنے کے لئے موقع بموقع ہاتھوں اور دیگر اعضاء کے اشاروں کی مشق کرنی چاہیے۔

(۵) متانت اور سنجیدگی کے ساتھ خوبصورت اور دلچسپ مذاق کرنے کی مشق ہونی چاہیے۔

(۶) خود مسکرائے بغیر اپنی باتوں سے دوسروں کو ہنسا دینے کی مشق ہونی چاہیے۔

(۷) تھکن محسوس کئے بغیر مسلسل یا نہایت ہی پرشکوہ الفاظ استعمال کرنے کی مشق ہونی چاہیے۔

(۸) اپنے مطلب کو خوبصورت اور شاندار الفاظ میں ادا کرنے کی مشق ہونی چاہیے۔

(۹) فطرت کے موقع پر مضبوط اور ثابت قدم رہنے کی مشق ہونی چاہیے۔

(۱۰) مخالف کی تقریر سے قابل گرفت باتیں چن لینے اور یاد رکھنے کی مشق ہونی چاہیے۔

(ایضاً ۹۴)

نظامت سے متعلق ضروری ہدایات

جاننا چاہیے کہ کسی بھی فن کو سیکھنے کے لئے دل چسپی، لگن، یک سوئی اور آمادگی بے حد ضروری ہے، اگر یہ باتیں طالب علم میں نہ پائی جائیں تو وہ کوئی بھی علم وفن حاصل نہیں کرسکتا ،ہاں! جب مکمل ذوق وشوق سے کوئی علم سیکھا جاتا ہے تو اس میں مسلسل محنت ومشقت اور ریاضت شاقہ سے مہارت حاصل ہونے لگتی ہے، بقول شاعر:

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگین ہوا

یہ بھی سچ ہے کہ تمام علوم وفنون شروع میں بے حد مشکل ثابت ہوتے ہیں؛ لیکن اگر ہم سچے جوش وولولے اور خلوص نیت سے محنت کریں تو اللہ رب العزت جل شانہ بھی ہماری مدد فرماتا ہے، نظامت بھی ایک ایسا ہی فن ہے، جس کے حصول میں طرح طرح کے مشکلات پیش آتی ہیں، جب ہم اسٹیج پر جاتے ہیں تو ہم پر گھبراہٹ طاری ہوجاتی ہے، زبان اور دل میں جو ہم آہنگی رہنی چاہیے وہ متأثر ہونے لگتی ہے اور سامعین کے رعب ودبدبہ سے ہمارے حواس باختہ ہوجاتے ہیں، ایسے مواقع پر ہمیں ہمت وجرأت سے کام لینا ضروری ہوجاتا ہے، جب ہم پورے جوش وامنگ اور حوصلے کے ساتھ کوئی کام انجام دیں گے تو ہمیں کامیابی وکامرانی ضرور میسر آئے گی۔

لہٰذا نظامت ہو یا دوسرے علوم وفنون ہر ایک کی تحصیل کے لئے اپنے اندر مکمل دل چسپی اور آمادگی ضرور پیدا کریں۔

اگر ہم مسلسل محنت اور پیہم مشق وتمرین کرتے رہیں گے تو ہمارے اندر پختگی اور ہمت پیدا ہوگی، اس لئے طلبہ کو چاہیے کہ وہ اپنے دل سے ہر قسم کی گھبراہٹ اور مایوسی کو نکال پھینکیں اور بلند حوصلگی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھیں۔

نظامت کے فن کی تحصیل میں سب سے اہم ترین بات خود اعتمادی کا وصف ہے جن

کے اندر اس وصف کی کمی ہوتی ہے وہ زندگی کے ہر موڑ پر مایوس ہو جاتے ہیں، جن کے اندر خود اعتمادی متزلزل ہونے لگتی ہے، وہ نظامت کے دوران یا اسٹیج پر جانے کے بعد گھبراہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں، اسٹیج پر ان کی حالت دیکھنے کے قابل ہوتی ہے، ان کے منھ سے ٹھیک طرح سے الفاظ نہیں نکل پاتے، آواز میں کھڑکھڑاہٹ پیدا ہونے لگتی ہے اور تلفظ کی ادائیگی بری طرح متأثر ہو جاتی ہے بجائے ''سین'' کے ''شین'' نکلنے لگتا ہے اور سانسیں اکھڑنے لگتی ہیں ''واحد کی جگہ جمع'' اور ''مذکر کی جگہ مؤنث'' الفاظ زبان سے ادا ہونے لگتے ہیں اور پاؤں کپکپانے لگتے ہیں، اگر اپنے اندر ہمت و جرأت اور خود اعتمادی پیدا کی جائے تو ایسا معاملہ صرف ایک دو بار ہی درپیش آتا ہے، پھر خود بہ خود اسٹیج کا ڈر دل سے دور ہو جاتا ہے، اس لئے طلبہ کو چاہیے کہ اپنے اندر خود اعتمادی کا وصف پیدا کرنے کی پوری پوری سعی و کوشش کریں، کسی پروگرام، کانفرنس، اجلاس، یا مشاعرے کو مکمل نظم و ضبط کے ساتھ کامیابی سے اختتام کی منزل تک پہنچانے کے لئے ایک اناؤنسر اور ناظم کی ضرورت پڑتی ہے، جو پروگرام کی مختلف کڑیوں کے درمیان ایک دھاگے کا کام کرتا ہے، یہ مختلف کڑیاں موتی کی مانند ہوتی ہیں اور ناظم ان موتیوں کو بڑی خوبصورتی سے پرو کر پورے پروگرام کو ایک دلکش ہار کی طرح سامعین کے روبہ رو کرتا ہے۔

ایک اچھے ناظم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے حسن تکلم شیریں گفتاری اور حاضر جوابی کے کمالات کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے پروگرام کو اخیر تک لے کر جائے، اور سامعین کے دلوں میں ایسا نقش مرتب کرے کہ وہ پروگرام ختم ہونے تک جلسہ گاہ میں ہی موجود رہیں، ایک اچھا ناظم اپنے اندر نظامت سے متعلق ضروری امور کو پیدا کرنے کی مسلسل مشق کرتا رہتا ہے، کیونکہ بغیر مشق و مطالعہ کے ناظم کی خوبیوں میں ہرگز نکھار نہیں آسکتا، لہٰذا نظامت کے شوقین طلبہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر نظامت کی خوبیوں کو پروان چڑھانے کی کوشش کریں۔

ناظم کے لئے ضروری ہے کہ وہ شیریں کلام اور حاضر جواب ہو، نظامت کے فن کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اناؤنسر یا ناظم زبان و ادب کا گہرا مطالعہ کرے، تاکہ وہ الفاظ کے مترادفات اور معانی و مفہوم اور ان کے صحیح اور برجستہ استعمال کے موقع و محل سے واقف ہو

سکے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ طرز اظہار کی نزاکتوں اور تلفظ کی باریکیوں سے آگاہ رہے، تاکہ سامعین میں سے جو اہل علم ہوتے ہیں ان پر ان کی گفتگو بار نہ محسوس ہو، زبان وادب کے گہرے مطالعہ کے ساتھ اس کے حافظے میں سیکڑوں اشعار کا ذخیرہ بھی ہونا چاہیے، تاکہ وہ برجستگی کے ساتھ اور موقع ومحل کی مناسبت سے اشعار کو استعمال کر سکے، کیوں کہ بعض مقامات پر نثر کے بجائے اشعار بہت زیادہ متاثر کن ہوتے ہیں، ناظم اپنے اندر تبصرہ وتجزیہ کی خوبی بھی پیدا کرے اور اپنی آواز پاٹ دار رکھے، گفتگو کا انداز پُروقار ہو، تاکہ مجمع مکمل طور پر اس کے کنٹرول میں رہے، جب کوئی شاعر اپنی غزل یا نظم وغیرہ سنا کر جائے یا خطیب اپنی خطابت کے جوہر بکھیرے تو اس پر جامع انداز میں مختصر اور جامع تبصرے کی طاقت بھی رکھے، نیز اگلے شاعر یا خطیب کو مدعو کرنے سے پہلے ایک جامع تمہیدی تقریر بھی کرے اور مناسب اشعار کے ذریعہ ان کو دعوت سخن دے، تاکہ سامعین کے اندر انہیں سننے کے لئے دل چسپی اور آمادگی پیدا ہو جائے۔

مختلف شخصیات کے لئے موقع ومحل کی مناسبت سے اچھے القاب وآداب کا استعمال کریں اور ان کے لئے موزوں اشعار بھی سنائیں، وقت کم ہو اور افراد زیادہ ہوں تو جامع اور مختصر انداز اختیار کریں، نظامت کو نظامت ہی رہنے دیں اسے خطابت نہ بننے دیں کہ اس سے سامعین میں اکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے، تعریف اور القاب وآداب میں اس بات کا بھرپور خیال رکھیں، کہ جیسی شخصیت ہو ویسی ہی تعریف وتوصیف ہو، بے جا مبالغہ آرائی سے بچیں، اگر ایسا نہ کیا گیا تو ناظم لوگوں کے لئے نشانۂ مذاق بن سکتا ہے۔

ناظم کو چاہیے کہ وہ ہر ایسی بات سے حتی الامکان پرہیز کرے، جو شخصیت یا تقریر سے میل نہیں کھاتی اور مدح کی بجائے تنقیص کے زمرے میں شامل ہو جاتی ہے، اس بات کا مکمل خیال رکھا جائے کہ پروگرام کا آغاز اور اختتام مناسب وقت پر ہو، ناظم کے لئے ضروری ہے، کہ وہ سامعین کے مزاج اور موڈ کے مطابق گفتگو کرے، وقت اور حالات کے پیش نظر اپنی باتیں پیش کرے، مشکل اور ادق الفاظ سے پرہیز کرنے کی بحد امکان کوشش کرے، تاکہ لوگوں کو اکتاہٹ محسوس نہ ہو، جب نظامت کا آغاز کریں تو پروگرام کی نوعیت اور اس کے مقاصد کا اجمالی خاکہ شروع میں ہی سامعین کے گوش گزار کر دیں، اور اسے

ایسے مختصر مگر جامع ترین اور مؤثر انداز میں پیش کریں، کہ لوگ تقریب کے آغاز ہی سے پورے پروگرام میں بیٹھنے کے لئے آمادہ ہوجائیں، نظامت کا آغاز جیسا برجستہ اور خوش اسلوبی سے ہو اس کو آخر دم تک قائم رکھیں، درمیان میں مناسب اشعار کا استعمال کریں اور ضرورت ہو تو تفنُّنِ طبع کے لئے بامقصد اور اچھے لطائف بھی سنائیں، تاکہ سامعین کا موڈ برقرار رہے۔

❁❁❁

نظامت وخطابت میں کیا فرق ہے؟

یوں تو نظامت وخطابت میں فنی اعتبار سے کوئی خاص فرق نہیں ہے، البتہ خارجی اعتبار سے کچھ مغائرت ضرور ہے۔

پہلا فرق: تو یہی ہے کہ تقریر وخطابت کے لئے ایک مقرر کو تفصیلی وقت ملتا ہے مگر ناظم جلسہ قلت وقت کے حصار میں مقید رہتا ہے، چونکہ وہ مطلوب بالذات نہیں ہوتا، بلکہ کرداروں اور سامعین کے مابین رابطہ کا کام دیتا ہے، اسلئے اسے موقع محل کے اعتبار سے کم سے کم وقت اور الفاظ میں اپنی بات پیش کرنا ہوتی ہے ایک ناظم جلسہ اگر بے جا طوالت کی روش اختیار کرتا ہے تو کرداروں اور سامعین کے ساتھ ناانصافی کرتا ہے، اس لئے اسے چاہئے کہ تطویل وتفصیل سے اجتناب کرتے ہوئے شیریں لفظوں، مختصر جملوں اور دلکش لہجوں میں فریضۂ نظامت ادا کرے۔

دوسرا فرق: یہ ہے کہ خطابت میں حسب موقع ومحل آواز میں بلندی اور پستی لانی پڑتی ہے، جب کہ نظامت میں عموماً متوسط آواز میں جملوں کی ادائیگی مناسب وموزوں ہوتی ہے چیخ وپکار نظامت سے مطابقت نہیں رکھتی، اس لئے اگر کوئی ''اناؤنسر'' بلند آہنگی اختیار کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فن کے تقاضوں کا خون اور سامعین کی سماعتوں کو زہر آلود کرتا ہے، البتہ اشعار پیش کرنے میں قدرے بلند آوازی کی گنجائش ہے حسب اقتضائے کلام لہجے میں آہنگ وترنگ پیدا کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔

تیسرا فرق: یہ کہ اگرچہ خطابت میں بھی جذبات فہمی کی ضرورت ہوتی ہے، مگر نظامت میں یہ ضرورت اشد ہو جاتی ہے، اگر سامعین کے احساسات وجذبات کو نظر انداز کر کے پروگرام چلایا گیا تو عین ممکن ہے کہ سامعین کا ذہن منتشر اور دل اچاٹ ہو جائے او مجلس اجڑ جائے، کیونکہ ناظم جلسہ پروگرام کی وہ بنیادی کڑی ہے جس کی شرین بیانیوں، ظرافت طرازیوں اور سخن سنجیوں سے مجلسیں آباد اور سماعتیں سرشار ہوتی ہیں۔ (آتش)

نظمتا

خطبۂ افتتاحیہ

مندوبین کرام اور حضرات سامعین! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج ہم طلبہ ضلع .....اپنا.....افتتاحی/ اختتامی اجلاس نہایت شان وشوکت اور سابقہ روایات کے مطابق منعقد کررہے ہیں، جہاں تک انعقاد انجمن کی اہمیت وعظمت کی بات ہے تو یہ اس کے مقاصد کے مدنظر عیاں ہے کہ یہ سلسلہ دین اسلام کی اشاعت وترویج اور اس کے تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے شروع کیا گیا ہے، تاکہ طلبائے کرام اس کے ذریعہ کتابوں کا مطالعہ کریں اور تقریر وتحریر کی مشق کریں۔

یہ بات بھی قابل سماعت ہے کہ یہ مہم کوئی آج کی نئی نہیں ہے، بلکہ اس کی تاسیس میں اسلاف کی خاص نظر اور کامل توجہ رہی ہے، یوں تو اس عظیم الشان بیڑے کو اٹھانے کے لئے مختلف طریقہ کار استعمال کئے گئے جیسا کہ مکاتب ومدارس اور تبلیغی تنظیمیں قابل ذکر ہیں اور ان کی عالم گیر کامرانی اشاعت اسلام میں کافی حد تک مؤثر ہیں، بنابریں اسلاف کی وسعت نظری نے انجمنوں کے قیام پر متوجہ کیا تاکہ اسلام کی ترقی اور ترویج کا کام خطابت وکتابت اور چلتے پھرتے مدارس ومکاتب سے لیا جائے، چنانچہ دلوں کا خلوص اور منوں کی پاکیزگی رنگ لائی، اور اسلام پر شب وروز ہونے والی تنقید وتعریض کا محض تدارک ہی نہیں، بلکہ منھ توڑ جواب بھی دیا گیا۔

مزید یہ کہ اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو ہمیشہ ہمیش کے لئے خاموش وساکت کردیا گیا، جب وقت کی زمین میں ہمواری اور زرخیزی ہوئی تو تخم خطابت وتحریر کو بکھیر کر گلشن اسلام کو سجادیا گیا، سنگ لاخ پہاڑوں اور ہیبت ناک دروں اور خاردار وادیوں میں نعرۂ اسلام بلند کیا گیا، جہالت وضلالت سے رنگے ہوئے فرقوں کے بے بنیاد قلعوں میں جب تاریکی اور ظلمت کا دور آیا تو انھیں روشن چراغوں سے تاریکی کا سینہ چاک کرکے ضیاپاشی کی گئی۔

عرضیکہ شریعت محمدی کی پاسبانی اور ترجمانی انھیں ایٹمی قوتوں سے کی گئی اور فاسد خیالات وشیطانی پیداوار سے رونما ہونے والے، ہر انقلاب اور طوفان کی روک تھام اور ان کی سرکوبی کے لئے انھیں قوتوں کو استعمال کیا گیا۔

اسلاف کی اسی بنیاد سے منسوب ہماری انجمن.....طلبہ ضلع.....بھی ہے جو اسم بامسمی ہے، محتاج تعارف نہیں، کیونکہ زبان میں اگر خوبی وسلاست ہو تو وقت اور حالات کی فتنہ سازی صلح وآشتی کے پیغام کا ذریعہ بن جایا کرتی ہے، اردو زبان کی چاشنی تو دنیا کی ہر چاشنی سے زیادہ اثر انداز ہے، مشاہدہ کی روشنی سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ جب بھی اذہان ورجحانات میں بیداری ہوئی تو اس میں زندگی کا خون دوڑنے لگا۔

ہماری انجمن کا مقصد تاسیس یہی ہے کہ ملک میں چلنے والی زہریلی ہواؤں کا رخ موڑ دیا جائے، جس کی وجہ سے بے گناہ اور معصوم بچوں ونوجوانوں کے عقائد متأثر ہوتے ہیں اور ملک میں فتنہ وفساد پھوٹ پڑتا ہے۔

جس کے نتیجے میں مسلمانوں کا قتل عام ہوتا ہے، ان کے گھر جلائے جاتے ہیں۔

بھائیوں کے سامنے بہنوں کی عصمت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ان ساری کوششوں اور شیطانی عناصر کو اتنا زیر کردیں کہ وہ آنسوں اور خون سے کھیلنا چھوڑ دیں، اور ان کے ایوانوں اور کچہریوں میں بیٹھے ہوئے فراعین اور ان کی ذہنی کج روی سے عوام کو روشناس کرایا جائے، اور مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ تم اپنا مقام ومعیار خود بناؤ اور ہر مسئلہ کا حل شرعی قوانین کی روشنی میں خود تلاش کرو! نہ یہ کہ تھانوں اور کوتوالیوں میں جاکر موجودہ پونجی بھی گنوادو اور اپنی غیرت بھی، یہ انتہائی بیوقوفی اور دیوانہ پن ہے کہ میدان تو مخالفین جیتیں اور خوشیاں تم مناؤ۔

انہیں بے ہودہ خیالات وتصورات کو خطابت کی سحر انگیزی سے بدلنا اور حالات کو سازگار بنانا ہماری انجمن کا بنیادی مقصد ہے، جس طرح آپ لوگوں کی عنایت ونوازش اور شرکاء کی گوناگوں کوشش وکاوش اور راہبر کی ہدایات کے مطابق ایسا سالانہ سفر کامیابی وکامرانی کیساتھ کرتی ہوئی انجمن آج اپنا آخری اجلاس منعقد کررہی ہے، خدا کرے یہ اجلاس بحسن وخوبی اختتام پذیر ہو۔

امید ہے کہ آپ حضرات کا تعاون حاصل رہے گا اور آپ حضرات ہمارے شرکائے بزم کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے، انہیں چند تمہیدی کلمات کے بعد اب میں بلا کسی تاخیر کے تحریک صدارت پیش کرنے کے لئے انجمن ہذا کے ایک قابل فخر فرزند جناب مولوی..... صاحب کو آواز دے رہا ہوں کہ موصوف تشریف لائیں اور تحریک صدارت پیش فرمائیں۔

مناسب ہے کہ سب سے پہلے تحریک صدارت ہو
معاً احباب کی جانب سے تائید صدارت ہو

تحریک صدارت

حاضرین مجلس اور عزیزانِ ملت! اَرباب دانش وبینش اور صاحب علم وفضل جب کوئی مذہبی سیاسی یا اصلاحی اجلاس منعقد کرتے ہیں، تو اس کے لئے باقاعدہ آغاز سے قبل مسند صدارت پر کسی لائق وفائق اور مسلم الثبوت شخصیت کو فائز کرنا ضروری سمجھتے ہیں، تاکہ اس کی سربراہی وسرپرستی میں اجلاس بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوں۔

دانش وروں اور اہل بصیرت کے اس مسلمہ دستور سے اتفاق کرتے ہوئے اس اجلاس کی صدارت کے لئے ایک ایسی عظیم الشان اور ہمہ گرو ممتاز شخصیت کا نام پیش کرتا ہوں، جنکی ذات کے ساتھ انتساب خود عہدۂ صدارت کے لئے باعث فخر ہے، ایسی ستودہ صفات اور اوصاف حمیدہ شخصیت کے حامل جو کہ مملکت علم کے بے تاج شہنشاہ ہیں۔

جو کہ منطق وفلسفہ کے امام اور تفسیر وفقہ کے سرخیل ہیں، جو کہ ادب وانشاء کے شہسوار قلم اور رئیس التحریر ہیں، جو کہ میدان شاعری کے صدر نشین اور فخر الشعراء ہیں، جو کہ میدان تصنیف وتالیف میں درجنوں کتابوں کے مصنف ہیں، میں ان چند اوصاف حمیدہ ومناصب عظیمہ کے ذکر کے بعد عالم کبیر منطقی بے بدل، متکلم وقت جناب حضرت مولانا.....کا نام بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ اس منصب جلیلہ کے لئے پیش کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ قبول فرما کر ہم سب کارکنان اجلاس کی رہنمائی فرمائیں۔

تم ہی کو ہے زیبا صدارت نشینی ۞ تم ہی سے چمن میں ہے بوآفرینی
ہو سرخیل تم بزم دانشوران میں ۞ مناسب تم ہی کو ہے یہ جاگزینی

دعوت تائید صدارت

اب میں ایک ذی رائے اور شخصیت شناس رفیق جناب.....صاحب کو اس تجویز کی تائید کے لئے دعوت دے رہا ہوں کہ موصوف تشریف لائیں اور اس تجویز کے بارے میں اظہار خیال فرمائیں۔

تائید صدارت

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیِّہٖ.....أما بعد

(۱) حضرات مندوبین کرام اور مہمانانِ عظام!

میں خود اپنی طرف سے اور احباب کی طرف سے اس تحریک صدارت کی پرزور تائید کرتا ہوں۔

چمن کے ہر شگفتہ گل سے جیسے پیار ہے سب کو
سر محفل صدارت آپ کی تسلیم ہے سب کو

❁❁❁

(۲) حضرات! جلسے کی صدارت کے لئے جن منصف مزاج، مدبر دماغ، مفکر دل اور بلند حوصلہ، مرد مجاہد کا نام پیش کیا گیا ہے وہ اپنے اندر حسن خلق، حسن تہذیب حسن لیاقت اور حسن دانائی و بینائی جیسے بہت سے اعلیٰ اور اچھے اوصاف رکھتے ہیں، لہذا میں اپنی اور تمام اراکین انجمن کی طرف سے پرزور دلی تائید کرتا ہوں، اس شعر کے ساتھ کہ ؎

سرور و شادمانی موجزن ہے آج ہر دل میں
جو میر کارواں بن کر آئے آپ محفل میں

دعوت تلاوت کلام اللہ

(۱) رسم تفویض صدارت کی انجام پزیری کے بعد میں آپ کو ہمہ نوع پروگرام کی تناظراتی دنیا کی سیر و سیاحت کرانا چاہتا ہوں۔

حضرات! آغاز محفل لوح وقلم اللہ جل شانہ کے مقدس ترین نام سے، جو لفظوں کا خالق ہے.....حرفوں کا مالک ہے.....تحریروں کا پروردگار ہے..... بے ستون آسمانوں کا معمار ہے.....خاک پر رنگ ونور اور خوشبو کا تابندۂ ظہور ہے..... چاند سورج ستاروں میں اس کی ضیا.....اس نے ہی سیپیوں میں گوہر ٹانک کر.....بحر کو ناز کرنے کا موقع دیا.....موسموں کا تغیر وہی.....جگمگاتی ہوئی فصل میں سوز ونم کا تصور وہی.....زمین کا چاند بھی وہ مشک بھی گلاب بھی وہ

بطون سنگ میں کیڑوں کو پالنے والا
حصار شب سے وہ سورج نکالنے والا

وہ خدائے بزرگ وبرتر.....جس نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ بے مثال کلام نازل فرمایا جس کی نظیر کوئی نہیں پیش کرسکتا، کہ ؎

اس کلام سے افضل کوئی کلام نہیں

وہ قرآن جو سرچشمہ ہدایت ہے.....وہ قرآن جو رہبر کائنات کا خزینہ ہے، وہ قرآن جو معرفت وہدایت کا گنجینہ ہے، وہ قرآن جس نے نہ جانے کتنے شقی دلوں کی دنیا بدل کر انہیں سعادت مندوں کی صف کا امام واجب الاحترام بنادیا، آیئے! اسی قرآن کریم کی آیات طیبات کی تلاوت سے ہم اپنی اس تقریب کا آغاز کریں، تلاوت کلام ربانی کے لئے قاری محمد.....صاحب کو ان مصرعوں سے آواز دے رہا ہوں کہ ؎

سناؤ نغمۂ قرآن کہ ہم بیدار ہوجائیں
اندھیروں سے نکل کر صاحب انوار ہوجائیں

❁❁❁

(۲) **پاسبانِ ملت!** اللہ تعالی کی ذات کس قدر عظیم الشان ہے، وہ خالق انس وجن ہے، خالق ارض وسماوات ہے، جسکے دم سے یہ کائنات منبع خیر وبرکت ہے، جو سارے عالمین کا پالن ہار ہے، جو ہمارا پروردگار ہے، وہی جو روز جزا وسزا کا مالک ومختار ہے۔

اسی کے مقدس کلام کی تلاوت سے محفل کا آغاز کرتے ہیں، جسے لوگوں کی ہدایت کے لئے رب کائنات نے اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، وہ قرآن جو امت

مسلمہ کی روح ہے جس نے درندہ صفت انسانوں کو امن وانصاف کی دولت لازوال سے مالا مال کیا، جس نے اونٹوں کے چرواہوں کو سالار کارواں بنایا، جس نے ساری دنیا میں امن ومساوات عزت وحرمت، امانت ودیانت، عصمت وعفت، صداقت وعدالت، سخاوت وشجاعت، اور مروت ومؤدت کا درس دیا، جہالت کا نقشہ مٹایا، علم وعمل کی باد بہاری چلائی، وہ مقدس قرآن جس کا پڑھنا پڑھانا بھی عبادت ہے اور سننا سنانا بھی عبادت ہے، یہی نہیں، بلکہ جس کا دیکھنا بھی عبادت ہے ؎

جہالت کا نقشہ مٹا کر دلوں سے
ہدایت کا رشتہ چلاتا ہے قرآں

آیئے! اسی دل کش اور پر تأثیر کلام کی تلاوت سے محفل کا آغاز کریں جس کی فصاحت وبلاغت، سلاست وروانی، ترکیبی حسن، وسعت معانی اور گہرائی وگیرائی کا کوئی جواب نہیں، تلاوت کلام پاک کے تازہ ترین گلاب کی خوشبوئیں بکھیرنے کے لئے آپ کے روبرو قاری خوش الحان جناب قاری.....صاحب

❁❁❁

بعد قرأت: جناب قاری.....صاحب کی خوش الحانی اور فصیح وبلیغ کلام اللہ کی حلاوت وچاشنی نے واقعی چاشنی کا سینہ چاک کر کے آبشاروں کی گنگناہٹ پیدا کردی، کلام اللہ کی فصاحت وبلاغت نے سامعین میں زندگی کا خون دوڑایا اور ایمان ویقین کی روح تازہ کردی، یہ سب کچھ سچ ہے، مگر ایک انسان کی کم مائیگی اور بشری بے اختیاریوں اور مجبوریوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کسی نے کہا ہے کہ ؎

قاصر نہ یہ زبان ہوتی تو کچھ ثنائی کرتا
تیرے حسن کے حدود ہوں تو لب کشائی کرتا

❁❁❁

دعوت حمد

حضرات سامعین! اللہ رب العزت، قادر مطلق، خلاق عالم جل مجدہ کے مقدس ومتبرک کلام کی تلاوت سے ایک کیف آگیں سماں پیدا ہوگیا، ایک طرف مؤدبانہ سکوت تو دوسری طرف ایمان افروز خاموشی طاری ہوگئی، اسی باادب اور پرجلال سکوت وخاموشی کے سائے میں اس ذات باعظمت ومنزلت کی شان رفعت میں حمد پاک کے گلہائے عقیدت ومحبت نچھاور کریں کہ جس کی تکبیریں جس کی تہلیلیں اور جس کی تمجیدیں گلاب کی خوشبوؤں میں بھی رچی ہیں تو یاسمین کی مہک میں بھی، چمن کی دلکشیوں میں بسی ہیں تو گلوں کی تازگیوں میں بھی، جوہی کی چٹک میں ہے تو چنبیلی کی مہک میں بھی، شمس وقمر کی چمک میں ہے تو کہکشاں کی دمک میں بھی، فضاؤں کی راگنی میں اسی کی حمد کے ترانے ہیں تو ہواؤں کی نغمگی میں بھی، ہر کام کی ابتدا اسی کی حمد سے، ہر کام کی انتہا بھی اسی کی حمد سے ؎

یہ پھوٹتی سحر تیری شان وجود ہے
مہکی ہوئی شفق کی حنا تیری حمد ہے
دیکھیں ہیں سات رنگ رکوع وسجود میں
قوس قزح کی ساری کتھا تیری حمد ہے

تو آیئے! اپنی مترنم اور پُرسوز آواز سے قلب ونظر کو حمد باری تعالیٰ سے صقیل ومصفا کرنے کے لئے میں محترم.....صاحب کو آواز دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور حمد باری تعالیٰ کا تحفۂ بندگی پیش کریں۔

❁❁❁

دعوت نعت خوانی

(۱) محترم سامعین! خالق کائنات کے بعد اگر کوئی ذات سب سے زیادہ تعریف وستائش کے لائق ہے تو وہ ہے جس کے چشمۂ حیات سے گلشن انسانیت نے زندگی پائی، گیتیٔ ہستی نے کفر وشرک جیسے خطرناک طوفان سے چھٹکارا پایا، سیکڑوں سجدہ گاہوں پر ٹکنے والی پیشانیوں نے ایک معبود حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کا ڈھنگ سیکھا، اس سے میری مراد مدنی تاجدار، ہم غریبوں کے غمگسار، سید الابرار واخیار، آقائے نامدار، شہنشاہ ذی وقار، گلشن ہستی کے اولین فصل بہار، انیس الغریبین، رحمۃ اللعالمین، مراد المشتاقین، جان عالمین، سید المرسلین، خاتم النبین، طٰہٰ ویٰسن، عمیق بے کساں، چارہ سازِ دردمنداں، فخر رسولاں، نازش دو جہاں، سرکار ایں وآں، سیاح لامکان، عبد المطلب کی آنکھوں کے تارے، کشتیٔ ملت کے کھیون ہارے، کونین میں سب سے انوکھے سب نرالے، دائی حلیمہ کے جگر پارے، سیدہ آمنہ کی آنکھوں کے تارے، رب کے دلارے، احمد مجتبیٰ، کملی والے مصطفی، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادی سینا

آپ کی بارگاہ رسالت مآب میں نذرانۂ عقیدت ومحبت پیش کرنے کے لئے میں ایک مترنم نعت خواں جناب..... کو دعوت دیتا ہوں کہ موصوف تشریف لائیں اور سامعین کے قلوب میں مستی بھرا خمار اپنی مسحوری آواز سے ڈالیں۔

❁❁❁

بعد نعت خوانی:

لے گیا جان و دل جسم سے کھینچ کر
ہاں! مگر روح کو تازگی دے گیا

ماشاء اللہ رفیق محترم جناب..... نے لطیف انداز میں نعت خوانی کر کے سامعین کے دلوں میں محبت رسول کو تازہ کر دیا، نیز محفل میں خاص زینت آرائی انکی آواز نے بخشی جس سے انجمن پر کشش و دلفریب ہوگئی۔

❁❁❁

(۲) سرورانِ بزم! تلاوت کلام اللہ چونکہ حمد الٰہی اور ذکر خداوندی ہے، اور جب تلاوت کلام اللہ کا ذکر خداوندی ہونا ثابت ہوگیا، تو اب اس بات کا جاننا ضروری ہوگیا کہ خدا کے ساتھ ذکر رسول کا اتصال و اقتران ابتدائے آفرینش! بلکہ اس سے بھی پہلے سے ہے..... چنانچہ حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کے جسم مبارک میں جب روح پھونکی گئی تو آپ کو چھینک آئی اور آپ نے الحمد للہ کہتے ہوئے اپنے سر کو عرش اعظم کی طرف اٹھایا، تو آپ کی نظر وہاں لکھی ہوئی جلی عبارت لا إله الا الله محمّد رسول الله پر پڑی، تو آپ نے نہایت ہی حیرت و استعجاب سے دریافت کیا کہ اے بار الٰہہ! اپنے مقدس و متبرک نام کے ساتھ دوسرا نام کس کا جوڑ رکھا ہے، بارگاہِ ایزدی سے برجستہ جواب ملا کہ اے آدم! یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری ہی امت سے ہونگے، میرے محبوب اور سب سے آخری پیغمبر ہونگے اور اے آدم! انہیں کے صدقہ طفیل میں تمہیں اور پوری کائنات کو پیدا کیا گیا ہے۔

لہٰذا اس اتصال و اقتران کو برقرار رکھتے ہوئے ذکر خدا کے بعد متصلاً ذکر رسول کے لئے انجمن ہذا کے ایک شہرت یافتہ نعت خواں جناب.....صاحب کو آواز دے رہا ہوں، موصوف تشریف لائیں اور رحمت دو جہاں باعث کن فکاں، تابش این و آن، سائر لامکاں، سبب راحت جاں، مشیت کے راز داں، محبوب یزداں کی بارگاہ ناز میں گلہائے مدحت کا گلدستہ سبز رنگ پیش کریں۔

ضمیمہ نعت پاک: حضرات! میں آپ کے چہروں پر پژمُردگی اور آنکھوں میں غنودگی کا خمار محسوس کر رہا ہوں، شاید اس کا تقاضہ کسی ترنم ریز بلبل خوش نوا کا چمن اسٹیج میں چہچہانا ہے۔

مجھے امید ہے کہ آنے والے نعت خواں کی مترنّم آواز سے آپ کی پژمردگی دور ہو جائیگی اور ان کے ترنم سے مجمع میں ایک نئی زندگی پیدا ہوگی۔

تو لیجئے آپ کے اس تقاضہ کو پورا کرنے کیلئے ایک قدآور شخصیت مدّاح رسول جناب.....صاحب کو اس شعر کے ساتھ نعت پیش کرنے کی دعوت دے رہا ہوں، کہ:

اے جانِ وفا جلوہ دکھانے کیلئے آ
اس کاسہ گلشن کو سجانے کیلئے آ
بیتاب نگاہوں کا بھرم ٹوٹ نہ جائے
اس سوتی ہوئی محفل کو جگانے کیلئے آ

❁❁❁

دعوتِ تقریر

(۱) حضرات! قلت وقت کے پیشِ نظر اب ہم بیان وخطابت کے میدان میں قدم رنجہ ہوتے ہیں۔

دوستو! خطابت وہ شئی ہے جو لمحوں میں قرنوں کا سفر کرتی ہے اور کہیں سے کہیں لے جاتی ہے، یکا یک پلٹا دیکر ماضی میں پہنچا دیتی ہے، ناگہاں فراٹے بھرتی ہوئی مستقبل کی طرف بڑھ جاتی ہے، اس کے لئے گردشِ زمانہ نہیں یہ لیل ونہار کے طلوع وغروب سے آزاد ہے، یہ انسانی مجمعوں کو اکالی میں ڈھاتی ہے اور آواز کی لہروں کے ساتھ ماضی حال مستقبل میں گھماتی پھراتی ہے، خطابت کی سب سے بڑی خوبی تصور کی پرواز ہے خطباء حضرات خیالات کے سیناؤں پر چڑھ کر جذبات کے سمندروں کی تہوں تک اتر جاتے ہیں، جی ہاں خیالات کی پرواز کا نام ہی خطابت ہے کہ ایک انسان کی آواز ان گنت انسانوں کا مافی الضمیر بن جاتی ہے۔

خطابت لسان اعجاز کا خمیر ہے، اس کے ہیولیٰ میں شاعری مصوری، موسیقی اور سنگ تراشی کے جوہر ہیں اور اس کی روح ایٹمی توانائی سے کہیں بڑھ کر طاقتور ہے، ایک خطیب کے تخلیقی جوہر ہوا کرتا ہے، جو کچھ وہ کہتا، جس طرح کہتا اور جس گہرائی وگیرائی سے بولتا ہے، وہ ایک جادو کی طرح ہے کہ دل ودماغ، مبہوت ومسحور ہوجاتے ہیں، جب کوئی خطیب خطاب کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دماغوں سے اٹھا کر دلوں میں پیوست کر رہا ہے، سننے والے محسوس کرتے ہیں کہ انکی گمشدہ متاع مل رہی ہے اور وہ ان جواہر پاروں سے دامن بھر رہے ہیں، جن کی تلاش میں تھے۔

تو آیئے! ایسے ہی ایک خطیب کو دعوت خطاب دیکر ان کی خطاب کے جواہر پاروں سے ہم اپنے دامن کو بھریں، میں بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ درخواست کرونگا حضرت مولانا.....صاحب سے کہ وہ تشریف لائیں۔

(۲) حضرات! اس تمہیدی وضمنی پروگرام کے بعد ''برسر مطلب آمدم'' کے ضابطے کے مطابق اب میں آپ کے سامنے مختلف النوع پروگرام کا نظارہ پیش کرنا چاہتا ہوں، اس سلسلے کی سب سے پہلی کڑی برادر عزیز جناب مولوی.....صاحب ہونگے، میں موصوف محترم کو..... کے موضوع پر طبع آزمائی کی دعوت دے رہا ہوں، آپ حضرات ہمہ تن گوش ہوکر موصوف کی تقریر دلپزیر سماعت فرمائیں۔

❁❁❁

بعد خطابت: اساطین امت! یہ تھے سلسلۂ پروگرام کے سب سے پہلے مقرر جناب مولوی.....صاحب جو اپنی گل افشانی گفتار سے آپ کو محظوظ کر رہے تھے۔

اب آپ ایک دوسرے بیباک مقرر اور باکمال خطیب جناب مولوی.....صاحب سے سیرت کے موضوع پر ایک پرمغز اور معنی خیز تقریر سماعت فرمانے کے لئے اپنی اپنی قوت سامعہ کو متوجہ ومجتمع فرمالیں۔

انشاء اللہ آپ آنے والے مقرر کے لب ولہجے کو پرکشش اور انداز بیان کو جاذب پائیں گے، بلکہ مزید برآں میں تو یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ آپ انہیں ان کی محنت کی داد دیئے بغیر نہیں رہیں گے.....میں موصوف کو اس شعر کے ساتھ دعوت اسٹیج دے رہا ہو۔

پلا ساقی خمار آئے یا نہ آئے
یا پھر دورِ بہار آئے نہ آئے

❁❁❁

دعوت برائے تعارفِ انجمن

اے اہل بزم اٹھو اور ہمہ تن گوش ہو جاؤ
یہ مبنی بر حقائق داستانِ انجمن سن لو

صاحبان مجد وکرم! ہماری انجمن .....طلبہ ضلع.....صرف ایک تربیتی وتہذیبی انجمن ہی نہیں، بلکہ ایک وسیع المقاصد اور کثیر المنافع تنظیم بھی ہے، جس کے دامنِ فیض رساں سے مختلف شعبے وابستہ ہیں اور وہ ''ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست'' کے مطابق سب کے الگ الگ فائدے ہیں اور ہم طلبہ کے لئے بہت ضروری ہے۔

آیئے! ہم اور آپ انجمن کے ہر شعبہ کی مکمل روداد اور تفصیلی تعارف ملاحظہ کرلیں، اس کے لئے میں انجمن کے ایک وجیہ وجسیم رکن رکین جناب مولوی .....صاحب کو زحمت دوں گا کہ وہ تشریف لائیں اور تفصیلی تعارفی خاکہ پیش فرمائیں۔

بعد تعارف: دوستو!

یہ روداد چمن تھی یا کتاب زندگی ناصح
کہ ہر بابِ نہاں کو آشکارا کر دیا تو نے

یہ تھے جناب مولوی .....صاحب جو انجمن .....طلبہ ضلع..... کے تمام متحرک شعبوں کا تفصیلی جائزہ پیش کر رہے تھے، امید ہے کہ موصوف کے تفصیلی تعارف سے انجمن اور اس کے قیام کا مقصد اور اس کے بنیادی اغراض ومقاصد آپکی سمجھ میں مکمل طور پر آ گئے ہونگے۔

دعوت برائے خطبۂ استقبالیہ

تو اب اس کے ساتھ ہی میں انجمن ہذا کے ایک دوسرے ذی شعور نمائندہ جناب..... صاحب استقبالیہ پیش کرنے کیلئے درخواست کر رہا ہوں تاکہ وہ تمام افراد انجمن کی ترجمانی کرتے ہوئے فرض کفایہ کے طور پر ہمیں ہدیہ تشکر وامتنان کے فریضہ سے سبکدوش کرتے ہوئے ''من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ'' کی تہدید آمیز، وعید کی زد سے بچائیں موصوف ڈائس پر۔

تحریک صدارت

حمد وستائش اس حق جل مجدہ کے لئے جس نے ہم کوا کابر امت کے اپنے خون جگر سے سینچے ہوئے گلشن یثربی کے شجر طوبی کے نوشگفتہ کلیوں اور شگوفوں کے قالب میں ڈھالا اور اس باغ میں نشیمن کو فروکش کیا جہاں صلصل بھی بلبل کی حیثیت رکھتی ہے۔

اور درود پاک کا نذرانۂ عقیدت ومحبت پیش کرتے ہیں اس ذات اقدس پر جو نقطۂ انوار فیضان خداوندی ہے، اس کے بعد میں عرض کناں ہوں کہ آج ہم طلبہ ضلع..... کا سالانہ پروگرام ہے اور ہمارا یہ پروگرام ایک کارواں کی حیثیت رکھتا ہے، اور کارواں کے لئے امیر کارواں کا ہونا بے حد ضروری ہے، بقول شاعر

عشق وجنوں کی راہ میں رہبر کی جستجو
جائز نہیں کہ عقل بھی رہبر بنے وہاں
ہر زندگی کی راہ میں جب بھی اٹھے قدم
لازم ہے ڈھونڈ لو کوئی میر سفر وہاں

الحمد للہ آج ہماری اس بزم پُر بہار میں ایسی دل آویز شخصیت جلوہ گر ہے، جو مصدر علم وعرفان اور سرچشمۂ رشد وہدایت ہے جو علم وعمل کے سنگم اور شریعت وطریقت کے مجمع بحرین ہیں! بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی جہالت کے ریگستانوں میں سنت وہدایت کے شجر بارآور کے ایسے سائے نہایت کمیاب ہیں کہ جن کی چھاؤں میں محو استراحت ہو کر خالق ارض وسماں کی یاد تازہ ہوں، میری مراد جناب حضرت مولانا..... ہیں۔

اس امید کے ساتھ میں حضرت والا کا اسم گرامی منصبِ صدارت کے لئے پیش کرتا ہوں کہ قمریوں اور طوطیوں کی تائید وتوثیق سے یہ چمن گونج اٹھے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم (فانوس)

❁❁❁

خطبۂ اِستقبالیہ

اَلحمدلاھلہ والصلوۃ علیٰ اھلھا: أمّا بعد

قابل صدتوقیر وتعظیم حضرات اساتذۂ کرام، معزز ومعظم مہمانان اور عزیز رفقاء واحباب!

ہمارے لئے یہ جاری لمحات وساعات بے پناہ پُرمسرت اور بے انتہا فرحت بخش ہیں کہ آج ہم طلبہ ضلع..... کی محبوب انجمن..... کا افتتاحی پروگرام گزشتہ سالوں کی طرح بڑے تزک واحتشام اور اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ حضرت مولانا..... کی زیر صدارت منعقد ہونے جارہا ہے۔

ہم بارگاہِ ایزدی میں دعاء گو ہیں، کہ خدائے وحدہ لاشریک لہ ہمارے اس علمی وروحانی پروگرام کو خوش انتظامی اور حسن وخوبی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچائے اور ہماری اس جہانِ فانی کی عمر قلیل وناپائیدار میں اس طرح کے پُرنور وبابرکت اور زریں موقع کے دیدار وسماعت کی توفیق سے ہم کو بار بار سرفراز فرمائے! آمین۔

چمنستانِ علمی کے شگفتہ پھولوں! ہم علوم ومعارف کے درخشندہ وتابندہ شمس وقمر، اخلاص وللّٰہیت کے صادق وحقیقی پیکر، علم دین کے بے لوث خدام، توحید وسنت کے مخلص علم بردار، ملت اسلامیہ کے باوقار مقتدا اور شریعت محمدیہ کے باصفا پاسبان، اپنے اساتذہ کرام کی خدمت عالیہ میں بصمیم قلب وجگر ہدیۂ تشکر وامتنان پیش کرتے ہیں، کہ انہوں نے اپنی قدیم الفرصتی اور شب وروز کی گوناگوں مصروفیات ومشغولیات کے باوجود ہماری حقیر دعوت کو شرف قبولیت سے نوازا اور ہماری قابل قدر دل جوئی اور حوصلہ افزائی کی خاطر ہمارے پروگرام میں شرکت فرما کر کرم فرمائی کی۔

علاوہ ازیں ہم اپنے مؤقر ومحترم مہمانان کی خدمت عالیہ میں بھی تہ دل سے مبارک باد پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے خاطر اپنے بہت سے ذاتی اور ضروری امور ومشاغل کو ترک کی اور ہماری معمولی طلب ودرخواست پر سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے

تشریف لائے اور پروگرام کی رونق کو دو چند و دوبالا فرمایا، نیز ہم اپنے ان احباب ورفقاء کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے ہم سے قلبی ربط وتعلق اور دلی لگاؤ کے سبب فرحت وانبساط کے موقع پر قدم رنجائی فرمائی اور ہماری اس بزم پُر بہار کو اپنی مبارک آمد سے مزید زینت وزیبائش بخشی اور اس خوشی میں برابر کے شریک رہے۔

ہم سب حاضرین بزم اور سامعین کرام کا پُرتباک خیر مقدم کرتے ہیں اور خوش آمدید کہتے ہیں، یہاں پر ہمارے وہ اقبال مند باسعادت اور معزز رفقاء بھی لائق تعریف وتوصیف اور قابل داد وتحسین ہیں جنہوں نے پورے سال درس نظامی کی کتابوں میں انہماک واشتغال کے ساتھ اپنی انجمن ..... کے انتظامی امور کی ذمہ داریاں اپنے سر لی اور نہایت خوش اسلوبی اور بڑے اہتمام ودلچسپی کے ساتھ انہیں انجام کو پہنچایا اور جانی مالی قربانی پیش کر کے انجمن کو فروغ بخشا اور اس کو پروان چڑھایا اور انتہائی عرق ریزی وجاں فشانی کر کے پورے سال مواظبت کے ساتھ ہفتہ واری پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔

نیز انجمن کے افتتاحی، ششماہی اور اختتامی پروگراموں میں بھی ان کے درمیان تنافس وتسابق کا معاملہ جاری رہا، سال بھر جہد مسلسل اور سعی پیہم کر کے اپنی خطابتی مخفی صلاحیتوں اور خوابیدہ تقریری لیاقتوں کو اجاگر وبیدار کیا، **فجزاهم الله خيرا في الدارين وعني وعن جميع المسلمين احسن الجزاء۔**

ہم بارگاہ رب السمٰوات والارض میں دعاء گو ہیں کہ رب ذوالجلال ہماری اس معمولی خدمت کو قبول ومنظور فرمائے اور ہمیں علم وعمل کے ساتھ خلوص وللّٰہیت کی قیمتی اور بیش بہا دولت سے مالا مال فرمائے اور اپنے فضل بے پایاں کے ذریعہ ریا ونمود سے خصوصی حفاظت فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين

(فانوس)

اظہارِ تشکر

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے
جوشِ قدح سے بزم چراغاں کئے ہوئے
پھر جمع کر رہا ہوں جگر لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کئے ہوئے

حضرات اساتذہ کرام اور بہارِ علم وفن کے حسین آبشارو! یہ نور ونکہت اور علم ومتانت کی باوقار ''بزم'' اپنی تمام تر نزاکتوں کے ساتھ رواں دواں ہے اور ہر گام کامیابی اس کا زیور بنتا جارہا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مشعلِ تبلیغ واشاعت بنائے، آمین۔

یہ ہر طرف جو گلہائے رنگا رنگ، صدائے عنادل بہار زیست اور سخائے تکلم ونطق کی جوارش، زیب چشم وقلب بنی ہوئی ہے، اس دلربا ماحول میں ہر جھالر ٹانکنے والے ہمارے بے لوث اساتذۂ کرام، دور دراز سے آنے والے مہمانان عظام اور وہ کامیاب ومخلص ہم درس ہیں، جنہوں نے اس محفل کو دوبالا کرنے میں اپنے تن، من، دھن کی بازی لگادی اور بزم کو عروج کے میدان میں فروکش کردیا۔

آپ کی آمد پر دل کے تمام گوشے منور ہوگئے، ہر ایک کلی لہلہانے لگی، پژمردگی کافور ہوگئی، طوطیاں طرب انگیز ہوگئیں، پھول کھل اٹھے اور نسرین ونسترن کے پُرفریب جھونکوں نے مطربان چمن سے مَس ہوہو کر نغمہ سرائی کا رول ادا کردیا۔

اس چمن کا پتہ پتہ، امتنان وتشکر کے زاویوں میں منہمک ہے، قمریاں آپ کی اس وسعت ظرفی پر رطب اللسان ہیں، ہر خورد وکلاں زبان حال وقال سے یہی کہتا ہے کہ ؎

میرا باغ تو نے سجادیا تیرا شکریہ تیرا شکریہ
یہ عجیب سماں ہے عطا کیا تیرا شکریہ تیرا شکریہ
تیرے آنے سے یہ بہار ہے تیرے دم سے دل کا سنگھار ہے
ملی بزم دل کو عجب ضیا تیرا شکریہ تیرا شکریہ

ہم بارگاہ ایزدی میں نہایت عجز وانکساری کے ساتھ دست بدعا ہیں کہ خالق کائنات تمام معاونین ومنتظمین کو حسب اخلاص اجر جزیل عطا فرمائے اور ایسے سنہرے مواقع بار بار موسم زیست کا زیور بنائے۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العلمین۔

اقتباسات

❁ آپ کوئی بات لوگوں کو اس وقت تک نہیں سمجھا سکتے جب تک کہ وہ خود آپ کے ذہن میں واضح نہ ہو، کوئی موضوع جس قدر آپ کے ذہن میں واضح ہوگا لوگوں کو سمجھانے میں اتنی ہی آپ کو آسانی رہے گی۔(برہان)

❁ بہترین کلام وہ ہے جس سے سننے والے کو ملال اور اس پر بوجھ نہ ہو۔(حضرت علیؓ)

❁ کلام میں نرمی اختیار کرو کیونکہ الفاظ کی بنسبت لہجے کا زیادہ اثر پڑتا ہے۔
(امام غزالیؒ)

❁ صحیح الکلام، شیریں زبان اور فصیح اللسان ہونا دنیا کی بہترین چیزوں میں سے ہے۔
(بوعلی سینا)

❁ جن لوگوں نے میدان خطابت میں زیادہ ترقی کی وہ وہی لوگ تھے جنہوں نے زیادہ مشق کی۔(ڈیل کارنگی)

❁ اگر یہ چاہتے ہو کہ تقریر شستہ و دلچسپ ہو تو تقریر کو لکھ کر حفظ کرلیا کرو۔
(لارڈ میکالے)

❁ جنہیں تقریر کا شوق ہو انہیں شاعروں اور ادیبوں کی کتابوں کا ہمیشہ مطالعہ کرنا چاہیے۔(فاکس)

❁❁❁

تمام شائقین وقارئین علم صرف کے لئے مژدہ

ایضاح الصیغہ

شرح اردو علم الصیغہ

تصحیح شدہ متن، مطلب خیز ترجمہ، نام بنام ہر قاعدہ کی آسان پیرایہ میں وضاحت، تمام ابواب کی مکمل گردانیں اور ان میں قواعد کا اجراء، صیغے مشکلہ کی توضیح بطرز جدید، متعلقہ مقام کی مکمل تشریح وتحقیق، صرفی اصطلاحات کا تعارف، حل مشکل الفاظ، جگہ جگہ انتہائی مفید اور نادر معلومات، ہر بحث سے متعلق ذہن میں اٹھنے والے متوقع سوالات اور ان کے جوابات، دلچسپ انداز تفہیم کے ساتھ ان شاء اللہ جلد ہی پیش کی جائیگی۔

چند اہم مطبوعات و مثل مطبوعات

نام کتاب	مصنّف
آسان فقہی اصطلاحات	بدرالاسلام قاسمی
آئینۂ وقت (مجموعہ تقاریر)	مولوی محمد یاسر ممبئی
ارکانِ اسلام	مولانا محمد عمران اشرف عثمانی
التوحید	مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی
السیر الحثیث فی تاریخ علوم الحدیث	مولانا عبدالرحمٰن نعیم صاحب قاسمی
الفاظِ طلاق کے اصول	مولانا مفتی شعیب عالم قاسمی
اسلامی زندگی	مولانا نسیم اختر شاہ قیصر
اصلاح النساء	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
اصلاحی گزارشات	مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب
اعمالِ قرآنی (جدید کتابت مع تسہیل)	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
اوضح النوری لحل اسئلۃ مختصر القدوری	محمد اکرام اشرف سبیلی
بیاناتِ حنیف (جلد اوّل)	حضرت مولانا قاری محمد حنیف ملتانی
تحفۂ مدرّسین (آپ تدریس ایسے کریں)	سیّد عبدالرشید/ بدرالاسلام قاسمی
تحفۃ المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی
تراویح اور تہجد: دو مختلف نمازیں نماز تراویح کی صحیح تعدادِ رکعات	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
تعلیم اسلام	مولانا ندیم احمد انصاری، ممبئی
پھول کچھ میں نے چنے	مولانا شیث احمد مظاہری
جامع الکلمات الجدیدۃ	الشیخ محمد اکرام القاسمی
حدیثِ عنبر (مجموعہ کلام)	مولانا فضیل احمد ناصری

خلع کا نظام	مولانا ندیم احمد انصاری، ممبئی
دعوتی خطبات (مجموعہ بیانات اکابر دعوت وتبلیغ)	مولانا سیّد زین العابدین صاحب
رسائل ابن یامین (دوجلدیں)	مولانا ندیم احمد انصاری، ممبئی
طلاق کا اختیار عورت کو کیوں نہیں؟	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ
علم الاحکام جلد اوّل	مولانا قاضی محمد امین پرتاپ گڑھی
عکس ونقش	نایاب حسن قاسمی
قانونِ طلاق: اسلام کی نظر میں	محمد آصف عثمانی دہلوی
قرآنیات	مولانا ندیم احمد انصاری، ممبئی
کامیاب طالبِ علم	مولانا محمد روح اللہ نقشبندی
کتاب المعاملات، تجارتی معاملات کے شرعی احکام	مولانا محمد عمران اشرف عثمانی
گفتگو سے دل جیتئے	مولانا حماد حسین/مولانا محمد وصی فصیح
لسان القرآن	شیخ عامر سہیل/مفتی عمر اعجاز قاسمی
معیارِ حق، نقل وعقل کی روشنی میں	مولانا محمد پرتاپ گڑھی
مومن اور اسلامی سال	مولانا ندیم احمد انصاری، ممبئی
مناہلِ حمیدی شرح اردو شمائل ترمذی (جلد اوّل)	مولانا محمد حمید اللہ قاسمی
ملفوظات محدث کشمیریؒ	مولانا سیّد احمد رضا بجنوریؒ
مقبول تقریریں	مولانا سیّد ازہر شاہ قیصرؒ
نغماتِ حسنہ (اضافہ شدہ ایڈیشن)	بدرالاسلام وفرید الزماں
نورانی تقریریں	مولانا محمد یونس قاسمی
نوادراتِ امام کشمیریؒ	حضرت مولانا سیّد انظر شاہ کشمیریؒ
نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھنا	صاحبزادہ عبدالباسط
نقش دوام (سوانح علامہ انور شاہ کشمیریؒ)	حضرت مولانا سیّد انظر شاہ کشمیریؒ

اقتباسات حضراتِ اکابر

بہر حال جستہ جستہ کتاب پر نظر ڈالی یہ مجموعہ بہت پسند آیا، زبان بھی اس کی صاف وستھری اور شستہ ہے، میدان خطابت میں آگے بڑھنے کیلئے نوآموز طلبہ خاص کر اس کو سامنے رکھیں گے تو بہت جلد اچھے داعی ومقرر بن سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول عام عطا فرمائے اور افادے کو تام فرمائے، آمین ثم آمین۔

حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی مدظلہ العالی
نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

عزیز موصوف کی سعی وکوشش کے نتیجہ میں کافی مفید معلومات کتاب میں جمع ہوگئی ہیں، جو کہ فی الحقیقت موصوف کی کامیابی وشادکامی کا ذریعہ ہے اور قابلِ تہنیت وتبریک اور لائق تحسین وآفرین بھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس کتاب کو نافع بنائے، اس کی افادیت کو عام وتام فرمائے اور مرتب کے لئے علمی وعملی اور قلمی وتحریری ترقی کا باعث اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب دامت برکاتہم
استاذ تفسیر وادب دارالعلوم وقف دیوبند

ماشاء اللہ انداز سنہرا، لب ولہجہ پیارا اور ہر جملہ جامع ودل نشیں ہے، جو تقریر وخطابت سیکھنے والوں کے لئے بے حد مفید ومؤثر ہے۔

اللہ رب العزت موصوف کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نواز دے اور اسے مزید تصنیف وتالیف کا پیش خیمہ بنائے، آمین ثم آمین۔

حضرت مولانا ومفتی محمد اطہر القاسمی دامت فیوضہم
جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء اریہ (بہار)

درسی وغیر درسی کتابوں کے لیے ہم سے رابطہ کریں:

MAKTABA AL-NOOR
Deoband - 247554 (U.P.) Ph. 01336-223399
Mob. 9045909066, 9027322726
m.noordbd@gmail.com

9045909066 Maktaba_Noor